ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

11

نومبر ۲۰۱۵ء
محرم ۱۴۳۷ھ

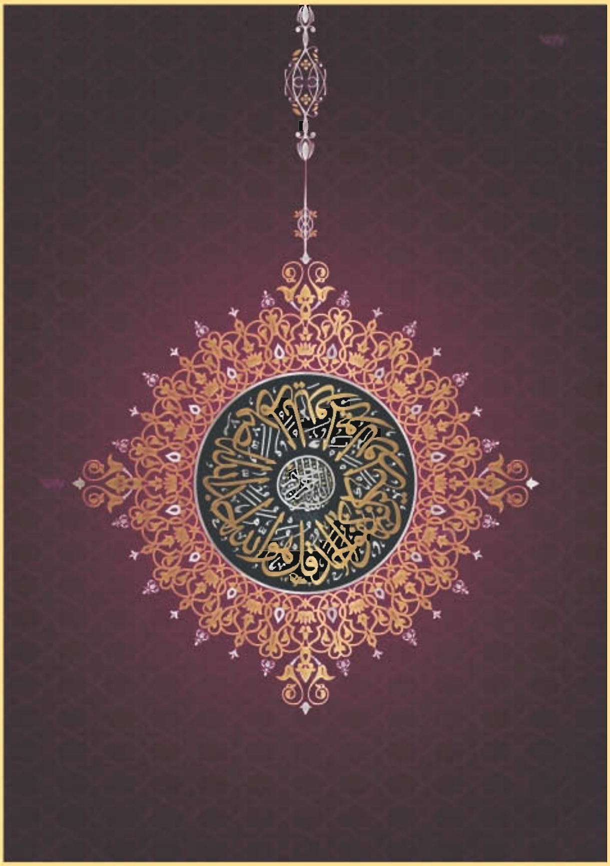

- ''کیوں روز روز آتے ہیں یہ زلزلے''
- برصغیر میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد
- ''ہجرت''......اسلامی سن کی بنیاد کیوں؟
- لندن کے قادیانی مرکز میں کرپشن چھپانے کے لیے آگ لگائی گئی

کام کیسے کریں......؟

موجودہ کرب ناک حالات میں دین کا کام کیسے کریں؟ کیا ہم بھی سیکولر بہروپیوں کی طرح دین بیزاری کے سیلاب بلا میں بہہ جائیں یا طاغوتیت اور کفر وشرک کی تاریکیوں میں، خودغرضیوں اور مفاد پرستیوں کی آندھیوں میں، اتباعِ رسول، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنتِ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کا چراغِ ہدایت جلائے آگے بڑھیں۔ ان تاریکیوں کو نورِ دین اور آندھیوں کو نسیم سحر میں بدل دیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ

تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دیتی رہے جس کی ہر صدا خیر کی دعوت ہو، جس کی ہر پکار بھلائی کی پکار ہو، جو اللہ کی مخلوق کو ابدی کامیابیوں کی طرف بلاتی رہے۔ جس کا اپنا قبلہ بھی درست ہو اور وہ امت کا قبلہ بھی درست کرے۔

کوئی سنے نہ سنے، ساتھ چلے نہ چلے، تو سناتا چلا چل اور خیر کی طرف بلاتا چلا چل۔ اس راستے میں مشکلات وآفات منہ کھولے کھڑی ہیں۔ گھبرائیں نہ خوف زدہ ہوں، رُکیں نہ ستائیں، بس اللہ کے سہارے آگے بڑھیں۔ یہ عمل نبوت ہے اور اس کا تسلسل ہی اس کی روح ہے۔ ایثار وقربانی اس کا جسم اور اللہ کی رضا منزلِ مقصود ہے۔ ایک مؤمن کی یہی سب سے بڑی تمنا وآرزو ہے۔

احرار کارکنو! آپ پر واجب ہے کہ سیرت وشخصیت سازی کے مقدس عمل کو جفاکشی کی سنت سے مرحلہ وار آگے بڑھاؤ۔ اللہ اور اس کے آخری رسول محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، صحابہ کرام کی اتباع کا علم لہراتے ہوئے پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنادیں، امن وسلامتی کی مثال بنادیں اور حکومت الٰہیہ کی منزل تک پہنچ جائیں۔

یا اللہ ہمیں اس عمل خیر کے لیے قبول فرما

قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرما

لمحہ لمحہ ہماری نصرت فرما

مصائب میں ہمیں استقامت وثابت قدمی عطاء فرما

مشکلات میں ہماری دستگیری فرما

کفار ومشرکین پر امتِ مسلمہ کو غلبہ اور اسلام کو فتح عطاء فرما۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

حکومت الٰہیہ زندہ باد...... پاکستان پائندہ باد

احرار کارکنوں سے خطاب / جون ۱۹۸۸ء ملتان

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 26 شمارہ 11 محرم الحرام 1436ھ ــــ نومبر 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	''کیوں روز روز آتے ہیں یہ دلزلے''	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	″ ″ ″	4
	حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ		
افکار:	لندن کے قادیانی مرکز میں کرپشن چھپانے کے لیے آگ لگائی گئی	سیف اللہ خالد	5
دین و دانش:	شکر گزاری	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	7
″	''ہجرت''......اسلامی سن کی بنیاد کیوں؟	محمد میاں صدیقی	9
″	رسول امن و آشتی کی عیسائی وفد کو عطا کردہ دستاویز	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	12
″	برصغیر میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	ابو معاویہ داجد علی ہاشمی	15
″	حیات و نزول مسیح علیہ السلام	ڈاکٹر علامہ خالد محمود (لندن)	21
	مولانا عبیداللہ سندھی اور حضرت شاہ ولی اللہ		
″	سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر الزامات (قسط:۱)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	26
ادب:	مدینے کے مسافر سے	عبدالرحیم الہ آبادی	38
مطالعہ قادیانیت:	قادیانیت کی حقیقت سمجھنے کا مختصر راستہ	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمہ اللہ	39
حسن انتقاد:	احمد سلیم کی ناقص تحقیق ''گجرات پیڈیا''	خالد ہمایوں	62

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک	-/200 روپے
بیرون ملک	-/4000 روپے
فی شمارہ	-/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: آشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

''کیوں روز روز آتے ہیں یہ زلزلے''

۲۶؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پاکستان کے تین صوبوں، خیبر پختون خوا، پنجاب اور بلوچستان میں دو پہر دو بج کر دس منٹ پر زلزلہ آیا، جس کی شدت 8.1 ریکارڈ کی گئی۔ شمالی علاقوں میں زیادہ نقصان ہوا، شہداء کی تعداد ۳۶۰ تک پہنچ گئی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ سب سے زیادہ شدت والا زلزلہ تھا جس کی گہرائی ۹۵ کلومیٹر تھی اور ایک منٹ کے زلزلے نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہم اپنی تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود اس کے سامنے بے بس تھے۔ زمین کی ایک معمولی سی جنبش نے انسان کو اس کی اوقات یاد دلا دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زلزلے کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے......

''یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (الحج:۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے۔''

قیامت کا زلزلہ سب سے بڑا ہوگا جس سے پوری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ قیامت سے پہلے آنے والے زلزلے دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو تنبیہ ہے کہ وہ گناہوں سے باز آجائے اور اپنے رب سے توبہ واستغفار کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زلزلہ آیا تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تمھارا رب تم سے توبہ چاہتا ہے۔ تم توبہ کرو''

صحابہ نے سچی توبہ کی، قرآن نے اس کی گواہی دی، اللہ نے قبول کی اور انھیں ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا۔

خلیفۂ راشد، امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں زلزلہ آیا تو انھوں نے فرمایا:

''کوئی بڑا گناہ ہے جس کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ لوگو! توبہ کرو۔ پھر زمین پر اپنا کوڑا برساتے ہوئے فرمایا: کیوں ہلتی ہے؟ کیا عمر نے تجھ پر انصاف نہیں کیا۔''

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زلزلہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

زنا، شراب نوشی، رقص، گانا بجانا لوگوں کا مزاج بن جائے تو غیرتِ حق کو جوش آتا ہے۔

معمولی تنبیہ پر بھی توبہ کریں۔ ورنہ عمارتیں منہدم اور عالیشان محل خاک بن جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں صراحت موجود ہے کہ جب عدل وانصاف کی جگہ ظلم وعدوان لے لے، زنا وشراب اور گناہِ کبیرہ عام ہو جائے، یتیم کا مال غصب ہو، ناحق قتل ہو تو پھر اللہ کا عذاب آتا ہے۔

یہ وقت انفرادی واجتماعی طور پر توبہ واستغفار کے اہتمام کرنے کا ہے، حکمران سوچیں کہ وہ قوم کے ساتھ عدل و انصاف کر رہے ہیں یا ظلم؟

قوم سوچے کہ ہمارے اعمال دین کے مطابق ہیں یا خلاف؟

زمین ظلم وستم اور ناانصافی سے بھر جائے تو پھر اس کی برداشت بھی جواب دے جاتی ہے۔

افسرؔ زمیں کے نیچے دھڑکتا ہے کوئی دل
ورنہ کیوں روز روز آتے ہیں یہ زلزلے

جس طرح زلزلے کے وقت ہم گھروں سے باہر نکلے، اے کاش! اذان کے وقت بھی اپنے گھروں اور دفتروں سے نکل کر مسجدوں کی طرف چلیں۔

اس وقت متاثرین کی امداد اور اُن کی زندگی کی بحالی کے لیے حکومت، قومی اداروں اور پوری قوم کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ یہ بھی اللہ کو راضی کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ۲۰۰۵ء کا زلزلہ اس سے کم تھا لیکن تباہی ہولناک تھی۔ اس وقت موصول ہونے والے امدادی فنڈ میں بھی لوگ کرپشن سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ پر توبہ کی بجائے مزید گناہ کے مرتکب ہوئے۔ بعض...... لوگ قدرتی آفات ومصائب پر اللہ سے کرتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ سے کیا شکوہ؟ سوائے توبہ کے اور کوئی راستہ نہیں۔ وہی ہے اللہ جس نے بڑی تباہی سے ہمیں بچالیا، اللہ اکبر! اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ **اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ** (یٰسین: ۸۲) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔

اگرچہ وزیراعظم اور آرمی چیف نے متاثرین زلزلہ کی بھرپور امداد اور بحالی کا اعلان کیا ہے اور پاک فوج کے جوان امدادی کارروائیوں میں زبردست جذبے کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں لیکن اس عظیم الشان خدمت کو کرپشن سے بچانا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ مختلف دینی وسماجی ادارے بھی لائقِ تحسین ہیں جو متاثرین کی امداد وخدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں، سرکشیوں اور بغاوتوں کو معاف فرمائے، ہمیں اپنی اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت نصیب فرمائے۔ ہمارے ایمان، جان ومال، اولاد، وطن کی حفاظت فرمائے اور ہمارے حال پر رحم فرمائے (آمین)۔

شذرات

سید محمد کفیل بخاری

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز علمی و روحانی شخصیت، جامعہ حمادیہ کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ہفتہ ۱۰ ؍محرم ۱۴۳۷ھ / ۲۴؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا سے تقریباً پینتیس برس قبل پہلی ملاقات و تعارف جامعہ حمادیہ کراچی میں ہوا تھا۔ انھوں نے اصرار کر کے ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تقریر کرائی تھی۔ پہلی نظر میں ہی اُن کی شخصیت دل میں اُتر گئی تھی۔ ایک عالم باعمل، متبعِ سنت، حق اور سچ کہنے والے کھرے انسان تھے۔ حضرت مولانا دینی غیرت وانا کا مجسم نمونہ تھے۔ سیکڑوں طلباء نے آپ سے قرآن و حدیث کا درس لیا اور ہزاروں مسلمانوں کے عقائد و اعمال درست ہوئے۔ حضرت مولانا چند مرتبہ ملتان تشریف لائے تو مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم میں ہی قیام کیا۔ ایک مرتبہ جامع مسجد احرار چناب نگر میں ۱۲؍ ربیع الاوّل کے موقع پر سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں بھی تشریف لائے۔ وہ ایک سچے انسان تھے اور مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ سے اُن کی حق گوئی کی وجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ تمام عمر سادگی کو شعار بنایا، مسنون لباس پہنا، کم گو، کم خوراک، وضع دار اور دینی حمیت کا پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حسنات قبول فرمائے اور مغفرت فرما کر اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کے فرزندان مولانا راشد عبداللہ، مولانا ناصر عبداللہ، مولانا قاسم عبداللہ، مولانا عاصم عبداللہ، خاندان کے تمام پسماندگان اور جامعہ حمادیہ کے اساتذہ و طلباء کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آپ کی یادگار جامعہ حمادیہ آباد و شاد رہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نصرت و حفاظت فرمائے (آمین)۔

حافظ محمد ثاقب رحمۃ اللہ علیہ:

مجلس تحفظ ختمِ نبوّت گوجرانوالہ کے بزرگ رکن حافظ محمد ثاقب صاحب طویل علالت کے بعد تقریباً نوے برس کی عمر میں اتوار، ۱۱؍محرم ۱۴۳۷ھ / ۲۵؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ایک مخلص، صالح، دیانت دار اور ایثار پیشہ کارکن تھے۔ تحفظِ ختمِ نبوّت کے لیے اپنی تمام عمر وقف کر رکھی تھی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہوئے اور مجلس احرارِ اسلام میں شامل ہوگئے، پھر اکابر احرار سے تعارف ہوا تو حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ اُنس ہوگیا اور مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختمِ نبوّت میں بھر پور حصہ لیا۔ وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی تمام جماعتوں اور شخصیات سے بلا امتیاز محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی قبول فرمائے، مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے (آمین)

سیف اللہ خالد

لندن کے قادیانی مرکز میں کرپشن چھپانے کے لیے آگ لگائی گئی

جنوبی لندن میں قادیانی جماعت کے نئے مرکز میں آگ لگی نہیں بلکہ لگائی گئی تھی۔ باخبر ذرائع کے مطابق قادیانی قیادت نے برطانوی قادیانی جماعت کے صدر رفیق حیات کی کرپشن چھپانے اور انشورنس کی رقم کلیم کرنے کی خاطر اپنے ہیڈ کوارٹر میں خود آگ لگوائی۔ ادھر آتش زنی کے حوالے سے دو ملزمان کی گرفتاری کے بعد قادیانی قیادت اس معاملے کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے۔ واضح رہے کہ آتش زنی کے الزام میں دو ملزمان کو گرفتار کیا گیا تھا، جن کا تعلق قادیانی جماعت سے ہے۔ ادھر لندن میں قادیانی جماعت کے حلقوں میں انتشار بڑھ گیا ہے۔ کئی قادیانی ارکان نے لندن قادیانی مرکز کے ''بیت الفتوح'' چندے میں گھپلوں کی تحقیقات کے لیے درخواستیں دے دی ہیں۔

''اُمّت'' کو معلوم ہوا ہے کہ قادیانیوں نے ساڑھے ۵ ملین پونڈ مالیت سے ۲۰۰۳ء میں جنوبی لندن میں اپنا ایک مرکز بنایا ہے، جس میں ان کی نام نہاد عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ کئی کمیونٹی ہال، ایڈمنسٹریشن بلاکس اور دیگر دفاتر قائم ہیں۔ قادیانی جماعت کا ٹی وی چینل ''ایم ٹی اے'' بھی یہیں سے کام کر رہا ہے۔ ۲۶ ستمبر کو یہاں اچانک آگ بھڑک اٹھی جس سے قادیانیوں کے بقول صرف ایڈمن بلاک متاثر ہوا۔ مگر آزاد ذرائع کا دعویٰ ہے کہ کچن، کمیونٹی ہال، ایڈمن بلاک اور دیگر دفاتر بھی آگ سے متاثر ہوئے۔ آگ بجھانے کے عمل میں ۲۰ سے زائد فائر فائٹرز نے حصہ لیا۔ آتش زنی کے بعد پولیس نے ۲ نوجوانوں کو زیرِ حراست لے کر تحقیقات شروع کیں، جن میں سے ایک کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا ابھی زیرِ تفتیش بتایا جاتا ہے۔ ان دونوں ملزمان کا تعلق بھی قادیانی جماعت سے بتایا جاتا ہے۔ ان کی گرفتاری کے بعد قادیانی جماعت میں باہمی انتشار اور کرپشن کے الزامات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ قادیانی ارکان کی ایک بڑی تعداد جو پہلے قادیانی خلیفہ کو درخواستیں دے رہی تھی کہ وہ جماعت کے فنڈز میں کرپشن کی تحقیقات کرائے، اب انھوں نے برطانوی حکام کے علاوہ ربوہ، پاکستان میں ہونے والی کرپشن کے حوالے سے تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہوئے پاکستانی حکام کو بھی خط لکھے ہیں۔ ان قادیانی ارکان نے قادیانی خلیفہ مسرور پر بھی الزامات عائد کیے ہیں کہ کرپشن کے معاملات میں وہ بھی ملوث پایا جاتا ہے۔ لندن کے قادیانی مرکز سے ''اُمّت'' کے ذریعے انکشاف کیا ہے کہ قادیانی جماعت لندن میں چیریٹی کمیشن کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ اس نے ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۱ء، اور ۲۰۰۲ء، کو اپنے اکاؤنٹس کی تفصیلات کمیشن کو جمع نہیں کرائیں جبکہ بعد کے برسوں کی تفصیلات بھی نامکمل جمع کرائی گئی ہیں۔ اس بے ضابطگی کے حوالے سے برطانوی چیریٹی کمیشن تحقیقات کر رہا تھا۔ دوسری جانب قادیانی جماعت برطانیہ کے صدر رفیق حیات کے خلاف خود قادیانی جماعت کے لوگوں نے برطانوی حکام کو

درخواستیں دائر کر رکھی تھیں، اور ان میں ثبوت پیش کیے گئے تھے کہ کس طرح سے رفیق حیات، لندن قادیانی مرکز کے فنڈز میں خرد برد کرتا رہا ہے۔ دوسری جانب ایم ٹی اے کے مالی معاملات کے درست نہ ہونے کی بھی اطلاعات تھیں اور اس حوالے سے آڈٹ کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ جبکہ جرمنی کی ایک عدالت میں جاری مقدمے کی سماعت کے دوران یہ الزام بھی سامنے آیا اور اس پر تحقیقات کا آغاز ہو چکا تھا کہ قادیانی مرکز لوگوں سے بھاری رقوم لے کر انھیں سیاسی پناہ کے کاغذات تیار کر کے دیتا ہے، اور اس حوالے سے غیر معمولی رقوم وصول کرنے میں جرمنی کی قادیانی جماعت کے ساتھ لندن کا مرکز بھی ملوث ہے۔ ذریعے کے مطابق ان انکوائریوں سے بچنے اور کرپشن کے الزامات سے بچنے کی خاطر کچن کے ذریعے سے ایڈمن بلاک میں آگ لگوائی گئی، اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ ایڈمن کا سارا ریکارڈ جل کر خاک ہو چکا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ رفیق حیات نے کرپشن کی شکایت کرنے اور حسابات کی پڑتال کرنے کے حوالے سے مطالبہ کرنے والے ارکان کو پیغام بھجوایا ہے کہ اب وہ بھی ان کے مطالبہ کی حمایت کرتا ہے، مگر مجبوری ہے کہ ریکارڈ تو جل چکا ہے۔

’’اُمّت‘‘ کو معلوم ہوا ہے کہ لندن پولیس نے جن میں ۲ ملزمان کو حراست میں لیا تھا، ان میں سے ایک کو ضمانت پر چھوڑ دیا ہے۔ ’’اُمّت‘‘ کو بتایا گیا ہے کہ بیت الفتوح جسے لندن میں ماڈرن قادیانی عبادت گاہ کا بھی نام دیا جاتا ہے، اس کی سیکورٹی کسی ریاستی حساس مقام کی طرح سخت ہے اور عام آدمی یہاں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ آگ لگنے سے قبل جب کرپشن الزامات کی بازگشت سنائی دے رہے تھی تو اس وقت برطانوی قادیانی جماعت نے اس عمارت کی بنیاد پر انشورنس کلیم کرنے کا بھی دعویٰ کر رکھا تھا، جس پر لوگ حیران تھے کہ یہ ہوگا کیسے اور انھی دنوں میں آگ بھڑک اٹھی۔ ایک قادیانی ذمہ دار نے جو کرپشن کی تحقیقات کا مطالبہ کر رہا ہے ’’اُمّت‘‘ کو بتایا کہ وہ دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ یہ آگ دہرے مقصد کے تحت لگائی گئی ہے۔ تاکہ ایک طرف کرپشن کے ثبوت مٹائے جا سکیں اور دوسری جانب اس کا مقصد انشورنس کی رقم حاصل کرنا ہے۔ اس حوالے سے آگ لگنے کے فوراً بعد قادیانی جماعت نے انشورنس کے لیے تگ و دو شروع کر دی تھی، مگر اب برطانوی پولیس اور خود چیریٹی کمیشن کی تحقیقات شروع ہو جانے کے بعد قادیانی قیادت اس سارے عمل کو دبانے کے چکر میں دکھائی دے رہی ہے، تاکہ اصل کہانی سامنے نہ آ جائے۔ (مطبوعہ روزنامہ اُمّت، کراچی۔ ۱۸؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

دعاءِ صحت

☆ مدیر ’’نقیبِ ختمِ نبوّت‘‘ سید محمد کفیل بخاری کے والد ماجد حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ دو ماہ سے علیل ہیں، احباب و قارئین اُن کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

شکر گزاری

طوافِ بیت اللہ ختم کر کے ایک شخص خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹ گیا اور دعا مانگنے لگا۔ یہ ایک بدوی مسلمان تھا...... صحرائے عرب کا رہنے والا! دیہاتیوں کا سا اس کا لباس تھا۔ چہرے مہرے پر کوئی خاص ذہانت نہ تھی لیکن اس کی دعا بڑی نادر تھی۔

طواف کے درمیان بھی دعائیں مانگنے کا حکم ہے اور طواف ختم کر کے حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے بیچ میں جو جگہ ہے وہاں دیوار سے سینہ لگا کر اور دیوار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے رکھ کر بھی دعا مانگنے کا حکم ہے۔ یہ جگہ ملتزم کہلاتی ہے۔ بشارت ہے کہ یہاں مانگی ہوئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ وہ سیدھا سادہ دیہاتی یہیں دعا مانگ رہا تھا۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس وقت طواف کر رہے تھے، اس دیہاتی کی دعا کے الفاظ آپ کے کان میں پڑے تو آپ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ دعا کے ایک ایک لفظ پر آپ غور کرتے جاتے اور حیرت سے اسے دیکھتے۔ طواف ختم ہوا تو ایک صاحب کے ذریعے انھوں نے اس بدوی کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو بڑے تپاک سے اس سے ملے، پھر اس سے فرمایا: ''تمھاری دعا خوب ہے۔ بہت خوب! میں نے ایسی دعا آج تک نہیں سنی۔ اس دعا سے تمھارا مطلب کیا ہے؟

وہ دیہاتی غلافِ کعبہ سے لپٹ کر یہ دعا مانگ رہا تھا کہ...... یا اللہ! تو مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے۔ قلیل یعنی چند بندوں سے اس کی کیا مراد تھی یہی امیر المؤمنین معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس بدوی نے سورۂ سبا کی آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تلاوت کی۔ اس کا ایک ٹکڑا ہے...... وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْر کہ میرے بندوں میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو شکر گزار ہیں۔ اس بدوی نے کہا...... امیر المؤمنین! بس یہ آیت میرے ذہن میں تھی اور بے اختیار میرا جی چاہتا تھا کہ میں اپنے مولا سے دعا مانگوں کہ وہ مجھے اپنے شکر گزار بندوں میں سے بنا لے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے خاندان سے خطاب فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ...... کیا کچھ ہم نے تمھیں نہیں دیا۔ اس لیے تم شکر گزار بنے رہو۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے عبادت اور ذکر و اذکار کی مصروفیت دیکھ کر کبھی کبھی صحابۂ کرام عرض کرتے کہ...... آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں اس میں کچھ کمی کر دیجیے۔ انھیں جواب ملتا تھا کہ...... کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر

گزار بندہ نہ بنوں! بندے پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ بندہ اس کا شکرادا کرتا رہے۔صحت، جسم، علم، عقل، رزق، ایک ایک بات کا خیال کیجئے۔اس میں سے ایک چیز کی بھی کمی ہوجائے تو سارا شیرازہ بگڑ جاتا ہے۔اگر ہوا نہ ہو، پانی نہ ملے تو ہمارا کیا حال ہو؟ چنانچہ سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوا......وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (آیت:۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کرسکو گے۔سورۂ رحمٰن میں اس نے اپنی نعمتوں کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔پھر جنوں اور انسانوں سے پوچھا ہے......فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ کہ آخر تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے؟ دوسری جگہ حکم دیا......وَ اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحٰی:۱۱) کہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکرادا کیا کرو۔

آدمی ہوس کا پُتلا ہے، دوزخ کی طرح اس کی زبان پر بھی ہر دم ایک ہی نعرہ ہے......هَلْ مِنْ مَّزِيْد ، هَلْ مِنْ مَّزِيْد کیا کچھ اور ملے گا کچھ اور کچھ اور؟ یہ زیادہ سے زیادہ کی جستجو اسے حرام خوری، لوٹ مار، ظلم، جبر اور تعدی پر آمادہ کرتی ہے۔یہ سارا فساد ناشکری کی وجہ سے ہوتا ہے۔جو جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ شکر گزار بندہ بنے گا۔

ایوّب علیہ السلام پر جب آزمائش آئی تو شدید مرض نے آگھیرا۔وہ ایک لفظ تکلیف کا منہ سے نہ نکالتے تھے۔ ایک بار اُن کی بیوی نے کہا......آپ نے شفاء کے لیے کتنی دعائیں مانگیں لیکن بیماری بڑھتی ہی جارہی ہے۔حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ...... نیک بخت! یوں نہ بول بلکہ یہ سوچ کہ کتنی بڑی عمر تک ہم آرام سے رہے۔اب یہ چند دن آزمائش کے آئے ہیں تو صبر وشکر کو چھوڑ دیں؟

صوفیاء کے پاس صبر کی تعریف یہی ہے کہ حرفِ شکایت کبھی زبان پر نہ لایا جائے۔وہ بدوی جس نے شکر گزار بندہ بننے کی دعاء مانگی تھی اس کے دلی جذبات سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... بے شک تو نے جو کچھ کہا سچ کہا۔وہ چلا گیا تو امیر المؤمنین نے اپنے دوستوں سے فرمایا...... ہر شخص عمر سے زیادہ عالم اور اس سے زیادہ دین سے واقف ہے۔حاضرین کو بدوی سے شکر گزاری کا سبق ملا تو امیر المؤمنین نے انھیں عاجزی اور فروتنی کا سبق دیا جو شکر گزاری ہی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کے علم کے بارے میں تو کہا گیا ہے کہ اُمّت کا تمام علم ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا بھاری نظر آئے گا جس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا علم ہوگا۔یہی وہ خوبی تھی جس کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ......میرے بعد کوئی نبی نہیں لیکن اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ میں یہ صلاحیت تھی۔

(ماخوذ: تجلّی، ۱۹۸۔۲۰۱)

☆......☆......☆

محمد میاں صدیقی

''ہجرت''......اسلامی سن کی بنیاد کیوں؟

ظہور اسلام سے پہلے دنیا کی مختلف متمدن قوموں میں مختلف سن رائج تھے۔ زیادہ مقبول رومی، یہودی اور ایرانی سن تھے۔ عرب کی اندرونی زندگی، تہذیب وتمدن سے نا آشنا تھی۔ وہ صرف مہینوں کا حساب رکھتے، کسی ایک سن کو انھوں نے اپنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ظہور اسلام کے بعد، وعہدِ اسلام کے بعض اہم واقعات نے یہ اہمیت اختیار کرلی کہ سن کا حساب ان سے جوڑ لیا جائے۔ ایک عرصے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سن کا حساب لگایا جاتا رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی تو مسلمان سن نبوی لکھنے لگے۔ ہجرت کے بعد جہاد کی اجازت ہوئی تو ایک عرصے تک وہی سن کی بنیاد رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے بعد بول چال میں سنۃ الوداع بھی رائج رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ایک عرصے بعد تک یہی صورت حال رہی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ستائیس مہینے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو مفتوحہ علاقوں کی وسعت اور بہت سے حکومتی محکموں کے قیام کے باعث اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی کوئی مخصوص اور معین سنہ ہو، جو دفتری کاغذات، عدالتی فیصلوں اور اہم دستاویزات پر لکھا جاسکے۔

بعض صوبائی گورنروں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی کہ آپ کے پاس سے بہت سے احکام اور خطوط آتے ہیں، ان پر مہینہ تو لکھا ہوا ہوتا ہے مگر سن درج نہیں ہوتا۔ عدالتی فیصلوں پر سن کا اندراج ضروری ہے۔ صوبائی حکام، لوگوں کو جو وظائف دیتے ہیں، غنیمت اور زکوٰۃ وصدقات کے اموال تقسیم کرتے ہیں، ان پر بھی سن کا لکھا جانا ضروری ہے۔

اس تحریک اور تجویز پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ہم کس واقعہ کو اپنے سن کی بنیاد بنائیں۔ مختلف آراء سامنے آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، نبوت اور رسالت، فتح مکہ حجۃ الوداع، جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل کا اعلان تھا۔ لیکن ان واقعات میں سے کسی پر بھی اکابر صحابہ کی نظر نہیں ٹکی۔ نظر گئی تو ہجرت مدینہ کی طرف، جو نہ کسی کی پیدائش کا جشن ہے نہ کسی شوکت وعظمت کی علامت، نہ کسی غلبے اور فتح ونصرت کا شادیانہ۔ بلکہ اس دور کی یادگار ہے جب مسلمانوں کی بے سروسامانی اور مغلوبیت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ داعی اسلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ اور وہ اپنا شہر، گھر بار، عزیز واقارب اور کاروبار سب کچھ چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے تھے۔

بات یہ ہے کہ ظہور اسلام کی تاریخ دو بڑے عہدوں میں تقسیم ہے، ایک عہد، مکی زندگی اور وہاں کے عمل کا ہے۔ دوسرا عہد مدینہ کے قیام اور عمل کا۔

لوگوں کی نظروں میں اسلام کی اشاعت واقبال کا اصل دور، دوسرا دور ہے۔ کیوں کہ اسی میں اسلام کی پہلی غربت وبے چارگی ختم ہوئی، ظاہری قوت وحشمت کا سامان فراہم ہوا۔ بدر کی جنگی فتح، ہتھیاروں کی پہلی فتح تھی، مکہ کی فتح، عرب کی فتحِ عام کا اعلان تھا۔ لیکن صحابہ کی نظریں دیکھ رہی تھیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی اس فتح اور قوت وشوکت کا حقیقی دور، دوسرا نہیں، پہلا دور تھا۔ ساری قوتوں کی بنیادیں دوسرے دور میں نہیں، پہلے دور میں استوار ہوئیں۔ بلاشبہ بدر کے میدان میں لوگوں نے مسلمانوں کی ناقابلِ تسخیر مادی قوت ملاحظہ کی لیکن یہ بات ان کی نظروں سے اوجھل رہی کہ جن ہاتھوں نے یہ ہتھیار اٹھائے، ان کی قوت کس میدان اور کس دور میں تیار ہوئی تھی۔ بظاہر نظر لوگوں کا یہ سمجھنا بجا اور درست کہ مکہ فتح، عرب کی فیصلہ کن فتح تھی۔ لیکن عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کی نظریں اس حقیقت پر تھیں کہ اگر مدینہ ہتھیاروں سے نہیں۔ بلکہ اس دور کے اعمال سے فتح ہوا، جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور فیضانِ صحبت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ وسلمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

دوسرے دور میں جسم خواہ کتنا ہی قوی اور مضبوط ہوا۔ لیکن اس کی روح، اس کا مادہ، اور اس کا قوام، پہلے ہی دور میں تیار ہوا۔

صحابہ کی نظروں نے جو کچھ دیکھا، واقعہ کی روح کو پہچانا اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تجویز پر ''ہجرت'' کو اسلامی سن کی بنیاد بنایا۔

بنیادی طور پر ہجرت کے آثار ونتائج

ہجرت کے آثار ونتائج:

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلم معاشرے کی جو کایا پلٹ ہوئی، میں نے اس کی دو ایک مثالیں پیش کیں، اس کے علاوہ اس کے اجتماعی اور دور رس آثار ونتائج کا ان صورتوں میں ظہور ہوا۔

۱۔ مسلمان، ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اکٹھی ہو گئیں، اظہارِ فکر اور عمل کی مکمل آزادی مل گئی۔

۲۔ اغیار کی بالادستی سے آزاد ہو گئے، جس عقیدے اور نظریے پر ایمان لائے تھے، اس پر عمل کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

۳۔ جس دین کو قبول کیا تھا، اسے دوسروں تک پہنچانے کے راستے کھل گئے۔

۴۔ باقاعدہ ریاست کا قیام عمل میں آ گیا۔ جو سیاسی اور مادی غلبے کا ذریعہ بنی۔

۵۔ اسلام نے اجتماعی زندگی کے لیے جو اصول دیئے تھے، ان پر عمل کا موقع میسر آ گیا۔ اہل ایمان کا ایک مستقل تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی ڈھانچہ وجود میں آ گیا۔

۶۔ اسلام نے امن، جنگ اور صلح کے لیے جو اصول وضع کیے تھے، ان کو بروئے کار لانے کا موقع ملا۔

۷۔ اہل ایمان کے درمیان بلاتفریق رنگ و نسل، بھائی چارہ قائم ہو گیا۔ جس نے سارے نسلی، خاندانی اور لسانی اختلاف مٹا دیئے۔

۸۔ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ جدوجہد کے نتیجے میں جو لوگ ایمان لائے، مؤمن و مسلم کہلائے، ان کی تعداد تین فیگر میں تھی۔ مگر ہجرت کے بعد قبیلے کے قبیلے، اسلام میں داخل ہوئے۔ قرآن نے خود گواہی دی: ”یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً“

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

HARIS 1

حارث ون
ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
Dawlance

نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان
061 -4573511
0333-6126856

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

رسولِ امن وآشتی کی عیسائی وفد کو عطا کردہ دستاویز

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن

دنیا بھر کے مسلمان اور عیسائی مل کر اس دنیا کی آبادی کا نصف حصہ بنتے ہیں۔ یہ دونوں طبقات اگر آپس میں متحد ہو جائیں تو اس کا مطلب صرف اور صرف یہی ہوگا کہ اس دنیا نے امن وسلامتی استحکام واتفاق کا آدھا سفر طے کر لیا۔

مسلمان اور عیسائی ان دونوں طبقات کے رہنماؤں کو چاہیے کہ آپس میں مل کر بیٹھیں ایک دوسرے پر طعنہ زنی سے پرہیز کریں۔ خاص طور پر عیسائی کلیسا کے مقتدر رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں زیادہ مثبت رویہ اپنائیں اور کھلے دل کا مظاہرہ کریں اور ماضی کی اعلیٰ ومثبت حقیقتوں کو ذہن میں رکھیں۔

اب ہم ایک ایسی دستاویز کا جائزہ لیتے ہیں اور ایک ایسے وعدے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنے زمانے کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

اس دستاویز یا وعدہ کا عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے طرزِ عمل پر بڑا زبردست اثر پڑ سکتا ہے۔

۶۲۸ ؍عیسوی میں سینٹ کیتھرین کے راہبوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسائیوں کے لیے امن وسلامتی کی ضمانت مانگی۔ اس کے جواب میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریری دستاویز عیسائیوں کو دی۔ سینٹ کیتھرین کی موجودہ خانقاہ مصر کے جبل سینائی کے نیچے واقع ہے۔ اور یہ دنیا کی قدیم ترین عیسائی خانقاہ ہے۔ اس خانقاہ میں عیسائی مذہبی مخطوطات کا اتنا قدیم اور بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جو شاید ویٹیکن کے بعد دوسرا بڑا عیسائی مخطوطات کا ذخیرہ ہے۔

اس علمی حیثیت کے علاوہ بھی سینٹ کیتھرین دنیا بھر کے عیسائیوں کے لیے مقدس زیارت کی حیثیت رکھتی ہے یہ عیسائی خانقاہ دنیا بھر کے عیسائیوں کے لیے ایک ایسے خزانے کی حیثیت رکھتی ہے جس کی مسلمان چودہ سو سال سے حفاظت کر رہے ہیں۔

سینٹ کیتھرین کے عیسائیوں راہبوں کے وفد کو دی جانیوالی تحریری دستاویز یہ ہے:

''یہ پیغام ہے محمد بن عبداللہ کی طرف سے جو ایک عہد نامہ کی حیثیت رکھتا ہے، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے دور ونزدیک عیسائیت کو بطور ایک دین کے اختیار کیا ہوا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں، فی الحقیقت میرے ماننے والے،

میرے مددگار، میرے صحابہ، میرے متبعین ان کا دفاع کریں گے۔اس لیے کہ عیسائی ہماری رعایا ہیں اور واللہ مجھے ہر وہ چیز ناپسند ہے جو ان کو ناپسند ہے۔ان پر کوئی جبر وزیادتی نہ ہو۔نہ ان کے قاضی صاحبان اپنے عہدوں سے ہٹائے جائیں نہ ان کے راہبوں کو ان کی عبادت گاہوں سے ہٹایا جائے۔کوئی شخص بھی ان کی عبادت گاہوں کو تباہ نہ کرے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچائے اور نہ ہی ان عبادت گاہوں کی کسی چیز کو اٹھا کر اپنے گھر لے جائے جو ایسا کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے وعدے وعہد کی نافرمانی کرے گا۔درحقیقت وہ میرے اتحادی ہیں اور جن امور سے وہ نفرت کرتے ہیں ان کی بابت میں انھیں یہ عہد دیتا ہوں کہ کوئی نہ انھیں ہجرت پر مجبور کرے گا، نہ جنگ کرنے پر بلکہ مسلمان ان کی حفاظت کے لیے جنگ کریں گے۔اگر عیسائی عورت مسلمان سے شادی کرنا چاہے تو یہ شادی اس عورت کی مرضی اور رضامندی سے ہوگی۔جبراً نہیں ہوگی، ایسی عورت کو گھر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

کلیساؤں کی تعظیم لازمی امر ہے۔عیسائیوں کو نہ ان کی مرمت سے روکا جائے گا اور نہ کلیساؤں کی حرمت کو پامال کیا جائے گا، میری امت کا کوئی فرد تا قیامت اس دستاویز وعہد کی نافرمانی نہیں کرے گا۔"

اس تحریری دستاویز کا آخری جملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس جملے نے اس دستاویز کو آفاقی اور ابدی حیثیت عطا کر دی ہے۔نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نزدیک و دور کے عیسائی ان کے اتحادی ہیں۔جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ تحریری دستاویز صرف اور صرف سینٹ کیتھرین تک ہی محدود نہیں۔ اس کا مطلب صاف اور واضح یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں بھی ان مراعات کو رد کیے جانے کی کسی بھی کوشش کو خارج از امکان قرار دے دیا ہے۔دنیائے عیسائیت کے یہ حقوق جزولاینفک اور ابدی حیثیت رکھتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عیسائیوں کو اپنا اتحادی مانا ہے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدسلوکی کو اللہ کی نافرمانی کے برابر قرار دیا ہے۔

اس تحریری دستاویز کی نادر ترین خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مراعات ورعایات کی فراہمی کے لیے عیسائیوں پر کوئی شرط لاگو نہیں کی بلکہ ان رعایات کے لیے ان کا صرف عیسائی ہونا ہی محض کافی سمجھا گیا۔ ان کے عقائد میں کسی قسم کی تبدیلی کا مطالبہ نہیں رکھا گیا۔ان سے مراعات کے بدلے میں کوئی جزیہ یا کسی اور نوعیت کا ٹیکس طلب نہیں کیا گیا۔ان پر کوئی اضافی فرائض وواجبات بھی عاید نہیں کیے گئے گویا یہ ان حقوق کے لیے عہد نامہ تھا جن کے ساتھ فرائض منسلک نہیں تھے۔پھر آخری جملہ ملاحظہ فرمائیں کہ میری امت کا کوئی فرد تا قیامت اس دستاویز وعہد کی نافرمانی نہیں کرے گا سبحان اللہ۔

یہ سند آج کے جدید زمانے کے حقوق انسانی کا کوئی چارٹر نہیں ہے۔ بلکہ ۶۲۸ ر عیسوی میں لکھی جانے والی ایک تحریری دستاویز ہے جو بالکل واضح طور پر حق جائیداد، مذہبی آزادی، کاروبار کرنے کی آزادی اور شہری کی جان ومال کی حفاظت ونگہداشت کی عظیم ترین ضمانت ہے اس دستاویز کو پڑھنے والا ہر شخص پوچھنا چاہے گا کہ ہمیں اس کے مطالعہ سے کیا سبق ملتا ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ڈنمارک، بیلجیم، فرانس، سویڈن کے علاوہ بعض دیگر یورپی ممالک میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان منافرت کے جو بیج بونے کی کوشش کی گئی اس دستاویز کا پرچار اس کا مرہم بن سکتا ہے۔ جن اخبارات ورسائل نے داعیٔ اعظم امن وسلامتی وضامن اعظم حقوق انسانی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) گستاخانہ کارٹون چھاپے ان کو چاہیے کہ وہ اس دستاویز کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا عام پرچار کریں۔ ایسے لوگ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان منافرت پیدا کرتے ہیں، تنازعات وتفرقات کی آگ میں تیل ڈالتے ہیں۔ لیکن جب ان وعدوں کو پورا کیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دونوں کے درمیان رابطوں کے پل بنائے جارہے ہیں۔

جس کو ہم رابطہ بین المذاہب سے تعبیر کرتے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے براہِ راست عطا کردہ یہ دستاویز وسند ساری دنیا کے مسلمانوں کو فرقہ وارانہ عدم رواداری سے اوپر اٹھنے کی تحریک پیدا کرتی ہے اور ان عیسائیوں کو جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بغض وعداوت ونفرت کا جذبہ موجزن ہے راہِ راست دکھاتی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم سب کو چاہیے کہ اپنی ایسی اعلیٰ اسلامی روایات کو نظر انداز نہ کریں جن کی تعلیم ہمیں براہ راست سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے جب ایسی مثالیں جن کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ اس دستاویز میں ملتا ہے نظر انداز کرتے ہیں تو بلاشبہ ہم اپنے اندر موجود جذبۂ انسانیت کی نفی کرتے ہیں۔

ابو معاویہ واجد علی ہاشمی

برصغیر میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

پہلی صدی ہجری کے آغاز میں ہی سرزمین برصغیر اسلام کی ضیاپشیوں سے منور ہونے لگی تھی۔ کتب تاریخ میں کچھ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کا ذکر فرمایا اور اس کے بعض امور سے متعلق دلچسپی کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۱۳ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت شروع ہوا، ان کے عہدِ خلافت میں برصغیر کے لوگوں کو احکام اسلام اور مسلمانوں کے کردار سے متعارف ہونے کے بہت سے مواقع ملے جس سے ہند کے بت کدہ میں صدائے توحید گونجنا شروع ہوئی۔

عہدِ فاروقی میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرمان اور مکران کے علاقوں میں آئے وہاں جنگیں لڑیں اور اس نواح کے بہت سے حصوں کو فتح کیا یہ علاقے اس دور میں حدود سندھ میں واقع تھے۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رن کچھ قلات، لسبیلہ، بلوچستان، ملتان، لاہور، بنوں (بنہ)، کوہاٹ (کہات) کے علاقوں کو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، خطہ برصغیر میں ہزاروں تو نہیں لیکن جہاد کی غرض سے کئی سو صحابہ کرام تشریف لائے ہوں گے اور وہ سب صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک خیال اور اندازہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں جہاد و قتال کے لیے تشریف لائے ہوں گے جنہوں نے اس خطے کے مختلف علاقوں کو اپنا مسکن بنایا ہوگا لیکن کتب تاریخ سے صرف پچیس کے قریب صحابہ کے اسمائے گرامی کا پتہ چل سکا ہے، جن کے مبارک قدم قتال کے لیے برصغیر میں پہنچے تھے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چار سال بعد ۱۵ ہجری میں صحابہ کی جو جماعت یہاں آئی وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لائی۔ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے یہ اوّلین نقوش ہیں جو پہلی مرتبہ ۱۵ھ میں اس کی سطح ارض پر ابھرے اور پھر ایک تاریخی تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے لحہ بہ لحہ ابھرتے اور نمایاں ہوتے چلے گئے۔ سب سے پہلے ان قدسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کروں گا جو عہدِ فاروقیؓ میں برصغیر میں جہاد و قتال کی غرض سے آئے اور اس خطہ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا۔ عہدِ فاروقیؓ میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برصغیر میں تشریف لائے لیکن کتب تاریخ میں صرف چند صحابہ کرام تقریباً ۱۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ملتا ہے۔

خلافتِ فاروقیؓ میں

(۱) حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ:

قبیلہ بنوثقیف سے تعلق رکھنے والے یہ جلیل القدر صحابی دراصل طائف کے رہنے والے تھے۔ اور بنوثقیف کے

اس وفد کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے جو رمضان المبارک ۹ھ (دسمبر ۶۳۰) کو عبد یالیل کی قیادت میں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا تھا اس وقت عثمان کی عمر سولہ سترہ سال تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چپکے سے اسلام قبول کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی چند سورتیں زبانی یاد کر لیں اور دین کے ضروری مسائل سیکھ لیے تھے۔ اسی دینی تعلیم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طائف کے منصب امارت وامامت سے سرفراز فرمایا۔ ۱۴ھ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بصرہ اور کوفہ کی دو فوجی چھاؤنیاں تعمیر کرائیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ کو طائف سے بلایا اور بصرے کا معلم مقرر کر دیا، تقریباً ایک سال تک آپ رضی اللہ عنہ نے یہ خدمت نہایت حسن وخوبی سے سرانجام دی۔ ۱۵ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں عمان اور بحرین کا گورنر بنا دیا۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بحری بیڑا تیار کروایا اور اپنے چھوٹے بھائی حکم بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس سے ہندوستان کی طرف بمبئی کے قریب تھانہ اور بھڑوچ کی بندرگاہوں پر حملہ آور ہوئے۔ مجاہدینِ اسلام نے ان بندرگاہوں کو فتح کیا لیکن ان پر قبضہ برقرار نہیں رکھا اور واپس عمان چلے گئے، ہندوستان کے کسی علاقے پر عرب مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اس بحری بیڑے کی خود قیادت کی تھی۔ آخری دور میں انھوں نے بصرہ میں ہی سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۵۱ھ (۶۷۱ء) اور دوسری روایت کے مطابق ۵۵ھ (۶۷۵ء) میں وفات پائی۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۲۶۶۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۰۸۔ ۵۰۹ تاریخ طبری۔ اسد الغابہ)

(۲) حضرت حکم بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ ثقفی رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت حکم بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ تھے جو کہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طائف سے مدینہ منورہ بلاتے وقت حضرت عثمان کو لکھا تھا کہ آپ جسے مناسب سمجھیں اپنی جگہ طائف کا والی بنا دیں اور خود میرے پاس تشریف لے آئیں۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی حکم رضی اللہ عنہ کو طائف کا امیر بنایا اور خود دربارِ خلافت میں مدینہ منورہ آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حکم رضی اللہ عنہ کو بحرین کا امیر مقرر کیا انھوں نے کئی علاقوں پر فوج کشی کی اور فتح یاب ہوئے حضرت حکم نے بلادِ سندھ وہند میں بندرگاہ تھانہ، بھڑوچ، مکران اور اس کے نواحی علاقوں میں یلغار کی اور جہاں گئے کامیاب رہے۔

حضرت حکم بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بے حد زیرک، انتہائی معاملہ فہم، حلیم الطبع، دور اندیش، پیکرِ عفت، جنگی

امور سے باخبراور امورحرب وضرب سے خوب آگاہ تھے۔تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ زیاد بن ابوسفیان نے ان کو اپنے ہاں بلایا ملاقات ہوئی ان کی عزت وتکریم کی اوران کی زیارت کو اپنے لیے باعث برکت قرار دیا۔انھیں خراسان کا والی مقرر کیا گیا ہندوستان کے بعض علاقوں میں بغرض جہاد آنے والے یہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے آخری دور میں بصرے میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہیں ۴۵ھ میں وفات پائی۔(فتوح البلدان ص ۴۰۰۔البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۴۱)
(معجم البلدان ج:۲ ص:۴۸۱،جمہرۃ انساب العرب،ص:۲۶۶،طبقات ابن سعد،ج:۷،ص:۴۱/اسد الغابہ،ج:۲ ص:۳۵)

۳۔حضرت مغیرہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ ثقفی:

یہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حکم رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ان کے بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو عمان سے سندھ کے شہر دیبل پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا تھا انھوں نے دیبل کا رخ کیا دشمن پر حملہ آور ہوئے اور فتح پائی۔چچ نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نہایت عاقل و فہیم اور دور رس نگاہ رکھنے والے صحابی تھے،امورِ حرب وضرب کے ماہر تھے،جنگِ فارس میں بڑے اعلیٰ کارنامے سرانجام دے چکے تھے۔تینوں بھائیوں حضرت عثمان،حکم اور مغیرہ رضی اللہ عنہم نے طائف سے منتقل ہوکر بصرہ میں سکونت اختیار کی، علم وفضل میں کمال حاصل کیا،مالی اور دینی اعتبار سے اس خاندان کو ہمیشہ اونچا مرتبہ حاصل رہا۔
(العقد الثمین فی فتوح الهند ومن ورد فیها من الصحابہ والتابعین ص:۵۶،۵۷۔جمہرۃ انساب العرب،ص:۱۸۶)

(۴) حضرت رُبَیّع بن زیاد حارثی مذحجی رضی اللہ عنہ:

قبیلہ بنو مذحج سے تعلق رکھنے والے یہ صحابی گورے رنگ کے،دبلے پتلے لیکن جنگ وقتال میں تیز اور دشمن کے مقابلے میں جری تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خراسان کا والی مقرر کیا ۱۷ ہجری کو عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت رُبَیّع کو مختلف محاذوں پر عساکر اسلامی کا کمانڈر بنا کر بھیجا،ہر محاذ پر دادِ شجاعت دی،بے حد بہادری کا مظاہرہ کیا۔اس زمانے میں سجستان کا زیادہ تر علاقہ سندھ میں شامل تھا اور تھوڑا سا علاقہ ایران میں واقع تھا۔اس محاذ پر بھی گئے اور فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑے۔عہدِ فاروقی میں زرنج،زالق،کابل، سیوستان،کرمان اور مکران کی جنگوں میں شرکت کی۔کرمان اور سیوستان کے باقاعدہ گورنر رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو سلسلہ جہاد بلوچستان اور سندھ تک پھیلا ہوا تھا اور حضرت رُبَیّع رضی اللہ عنہ نے شروع کیا تھا اور یہ سلسلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی جاری رہا۔

حضرت ربیع بن زیاد حارثی مذحجی رضی اللہ عنہ چوتھے صحابیِ رسول تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت

میں برصغیر میں جہاد وقتال کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے۔انھوں نے خلافت معاویہؓ میں ۵۱ ہجری (۶۷۱ء) یا اس سے کچھ عرصہ بعد وفات پائی۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۴۱۷، فتوح البلدان ص ۳۸۵۔طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۰۔اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۶۴)

(۵) حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاری رضی اللہ عنہ:

عرب کا ایک مشہور قبیلہ بنوغفار تھا جس کی ایک شاخ بنوثعلب کہلاتی تھی، حضرت حکم بن عمرو مُجدع رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوغفار کی اسی شاخ سے تھا۔انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کا شرف بھی حاصل ہے۔ابن سعد کے مطابق حضرت حکم رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لے گئے اور وہی مستقل طور پر اقامت اختیار کر لی۔یہ عہد فاروقی میں حکمران آئے جو پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں شامل ہے۔۲۳ھ میں انھوں نے پورا علاقہ فتح کر لیا برصغیر کے متعدد علاقوں میں ان کی سرفروشانہ ومجاہدانہ کارروائیوں کا کئی سال سلسلہ جاری رہا۔خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ مین ان کو خراسان کا والی مقرر کر دیا گیا۔۴۵، ۵۰، ۵۱ ہجری کو خراسان میں وفات پائی۔

(طبری ج ۴ ص ۱۸۲، ۱۸۱۔الاصابہ ج ا ص ۲۴۶ الاستیعاب ج ا ص ۳۱۳۔)

(۶) حضرت عبداللہ بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی قدر صحابہ اور معززین انصار میں ہوتا ہے۔نہایت بہادر، شجاع، جنگجو اور فن حرب کے ماہر تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفے کا گورنر مقرر کیا تھا پھر ان کو ایران وعراق کے محاذ پر بھیجنے کا فیصلہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھنے پر حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے کوفے کے منصب امارت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا۔۲۳ھ میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مکران (بلوچستان) بھیجا اس وقت مکران میں حضرت حکم بن عمرو ثعلبی غفاری رضی اللہ عنہ مصروف جہاد تھے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کی، ان دونوں نے مکران اور اس کے گردونواح میں کھل کر بہادری کے جوہر دکھائے۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۸۔طبری ج ۴ ص ۱۸۳، ۱۸۱۔اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۹)

(۷) حضرت سہل بن عدی خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ:

مدینہ منورہ کے معروف وممتاز قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، انصار مدینہ میں سے تھے، جنگ بدر میں حصہ لیا، ان کے دو بھائی ثابت بن عدی رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عدی رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شامل تھے۔تینوں بھائی آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اسلام کے نام ور مجاہد تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن عدی رضی اللہ عنہ کو مکران کا والی مقرر کیا۔ چنانچہ انھوں نے مکران اور اس کے گردونواح کی فتوحات میں نمایاں کردار ادا کیا جس میں حکم بن عمرو غفاری، عبداللہ بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بھی بڑھ چڑھ کر مدد کی۔ یہ ۲۳ھ کے واقعات ہیں جب یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہندوستان کے ان دور دراز علاقوں میں علمِ توحید کو بلند کر رہے تھے۔ اسی سال بلوچستان کے بعض علاقے فتح کیے گئے ان میں بھی ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۸۸۔ تاریخ طبری جلد ۴ ص ۱۸۱۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۴۶۸۔ العقد الثمین ص ۶۲)

(۸) حضرت شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی رضی اللہ عنہ:

یہ قبیلہ بنو تمیم کے صاحب احترام افراد میں سے تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرک صحابی تھے۔ طبری نے ۱۶ھ کے واقعات میں ان کا ذکر کیا ہے عہد فاروقی کے وقت میں یہ اپنے زمانہ کے مشہور شہسوار اور معروف شاعر تھے۔ کئی معرکوں میں حصہ لیا، ہمدردی اور خدمتِ خلق میں بے مثال تھے۔ حضرت حکم بن عمرو ثعلبی رضی اللہ عنہ جب مکران میں مصروف جہاد تھے یہ وہاں گئے اور اس جہاد وقتال میں شریک ہوئے۔ اس طرح زمین برصغیر کو ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۵۔ طبری ج ۴ ص ۱۶۔ ص ۱۸۱۔ العقد الثمین ص ۶۳)

(۹) حضرت صحار بن عباس عبدی رضی اللہ عنہ:

یہ صحابی اپنے علاقے کے بہت بڑے خطیب اور ادیب تھے، رنگ نہایت سرخ تھا۔ وفد عبدالقیس میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے منوّر ہوئے۔ چند احادیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں اور فصاحت وبلاغت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ علم الانساب کے ماہر تھے۔ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا سختی سے مطالبہ کرتے تھے۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، بصرہ میں رہائش تھی، جنگِ مکران میں شامل تھے اور فتح کی خوشخبری بھی دربارِ خلافت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہی لائے تھے۔

(الاستعاب ج ۱ ص ۱۹۳، ابن سعد ج ۵ ص ۵۶۲، طبری ج ۴ ص ۴۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۲۷، اسد الغابہ الاصابہ وغیرہم)

(۱۰) حضرت عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ:

حضرت عاصم تمیمی رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے صحابیت کا شرف ان کو حاصل تھا۔ کریم النفس، بلند کردار واخلاق کے مالک تھے۔ جنگِ قادسیہ میں شریک تھے، شاعر بھی تھے۔ فتح عراق کے سلسلہ میں ان سے کئی رجزیہ اشعار منقول ہیں۔ حضرت عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے نواحِ سندھ میں یلغار کی اور بجستان کے

گردونواح کا علاقہ سندھ کے ساتھ ملحق تھا یہ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز بنا اور فتح ہوا۔

(الاصابہ ج۲ص ۲۳۸۔ج ۳ص ۲۳۰۔الاستعاب ج ۳ص ۱۲۵)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی رضی اللہ عنہ:

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عبداللہ بن عمیر اشجعی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ابن مندہ کا کہنا ہے ان کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے طبری کی روایت سے وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔سندھ کے اندرونی حصے حضرت عاصم بن عمر تمیمی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمیر اشجعی رضی اللہ عنہ کی جدو جہد سے فتح ہوئے۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ کی ج ۷ میں ۲۳ھ کے واقعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ص ۱۳۲۔طبری ج ۴ص ۱۸۰۔ص ۱۴۶،الاصابہ ج ۲ص ۲۴۶)

(۱۲) حضرت نسیر بن دیسم بن ثور عجلی رضی اللہ عنہ:

ان کا سلسلہ نسب یہ ہے نسیر بن دیسم بن ثور بن عریجہ بن محلم بن ہلال بن ربیعہ بن عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ۔ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں ان کو قبیلہ بنو عجل کا فرد بتایا ہے۔حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی جلد۲ میں ان کا ذکر کیا ہے۔خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں کئی جنگوں میں شامل ہوئے اور ہر جنگ میں فتح یاب ہوئے۔طبری نے ۲۲ ہجری کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ جنگ ہمدان اور جنگ نہاوند میں شریک تھے۔۲۳ ہجری میں جب حضرت سہل بن عدی رضی اللہ عنہ علاقہ بلوص (بلوس) (بلوچستان) فتح کیا۔تو حضرت نسیر بن دیسم بن ثور عجلی رضی اللہ عنہ اس میں شامل تھے اور انھوں نے فوج کے ایک دستے کی کمان بھی کی تھی۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۳۴۴۔طبری ج ۴ص ۱۴۶۔الاصابہ ج ۳ص ۲۹۸)

حیات ونزولِ مسیح علیہ السلام

مولانا عبیداللہ سندھی اور حضرت شاہ ولی اللہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود (لندن)
مرسلہ: حافظ ظہیر احمد

مولانا عبیداللہ سندھی (۱۳۶۴ھ) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کے نامور شاگرد اور معروف علماء دیو بند میں سے تھے جس طرح انگریز حکومت نے اپنے سیاسی استحکام کے لیے شیخ الہند کو کئی سال مالٹا کی قید میں رکھا، اسی طرح ان کے شاگرد مولانا عبیداللہ کو ہندوستان سے اکیس سال کی جلاوطنی میں رکھا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ انگریز کی نظر میں مولانا عبیداللہ سندھی کوئی محض جذباتی مقرر اور کوئی سطحی درجے کے سیاست دان نہ تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مولانا کی علومِ اسلامی میں گہری پختگی اور حضرت شاہ ولی اللہ سے گہری عقیدت اور قوموں کی سیاسی انقلابات پر گہری نظر واقعی اس درجے کی ہے کہ اہل ہند اس مجمع البحرین شخصیت کی قیادت میں آزادیٔ ہند کی کامیاب جنگ لڑ سکتے ہیں۔ انگریز حکومت کو ان سے ہی خطرہ انقلاب تھا جس نے مولانا عبیداللہ سندھی کو امام انقلاب کا لقب دیا کہ ان کے عہد جلاوطنی میں جس نے بھی ان کا کہیں ذکر کیا، امام انقلاب کا لفظ ان کے نام کا دوسرا جزو بن گیا۔ مولانا کی جلاوطنی کے دور میں عالمی حالات کچھ اس طرح بدلے کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر یورپ اپنی نو آبادیات سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ ادھر ہندوستان آزاد ہونے کے مرحلے میں تھا کہ مولانا کی جلاوطنی کا دور ختم ہو گیا اور وہ اپنے وطن واپس تشریف لائے۔

اتنا طویل عرصہ اپنے ملک، اپنی سوسائٹی، اپنے مدارس اور اپنی خانقاہوں سے دور رہنے کے باعث ہر انسان کے علم وعمل اور اس کی نظر وفکر میں کچھ فرق ضرور آ جاتا ہے لیکن مولانا عبیداللہ سندھی کی نسبت اور عقیدت دارالعلوم دیو بند سے اسی طرح قائم رہی جیسی کہ جلاوطنی سے پہلے تھی۔ آپ جلاوطنی سے رہائی پانے کے بعد سیدھے دیو بند پہنچے اور پہنچتے ہی جامع مسجد دیو بند میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیا۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی صاحب حجۃ اللہ کی عبارت پڑھتے تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی اس پر تقریر کرتے تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے علماء سے اتنے طویل عرصہ کی جدائی کے باوجود آپ کی حضرت شاہ ولی اللہ سے وہی عقیدت رہی جو پہلے تھی، حضرت شیخ الہند سے وہی نسبت رہی جو پہلے تھی اور تصوف سے وہی وابستگی رہی جو پہلے تھی۔

آپ اپنے دورِ جلاوطنی میں افغانستان اور ترکی میں بھی رہے۔ وہاں بھی آپ نے اپنے اساتذہ دیوبند کی برتری اوران سے وابستگی کی ہی اشاعت کی۔ پھر آپ جب حجاز میں رہے تو وہاں بھی آپ کی کوشش یہی رہی کہ علمائے حجاز کو حنفیت کے بارے میں راہِ اعتدال پر لایا جائے۔ آپ کے عقیدہ میں یہ راہِ اعتدال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے میسر آئی۔ اپنے پورے دورِ جلاوطنی میں آپ کی عقیدت علماءِ دیوبند سے محدثین دہلی سے اور فقہ حنفی سے سرمو بھی کمزور نہ ہوئی۔ آپ کی اپنی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''ہمارے اساتذہ علماءِ دیوبند شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ہم نے ان کا طریق نہایت تحقیق سے حاصل کیا۔ ہم افغانستان اور ترکی میں رہے۔ فقہائے حنفیہ میں اپنے مشاہیر سے بہتر عالم کہیں نظر نہ آئے۔ اس کے بعد ہم حجاز میں رہے۔ جہاں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی موجود ہیں اور حنابلہ کی حکومت ہے وہاں حنفیہ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا مگر ہم نے جب اپنا تعارف شاہ ولی اللہؒ کے طریقے سے کرایا تو علماء حرمین کو ہمارے مسلک سے کوئی خصومت نہ رہی۔'' (ماہنامہ ''الفرقان لکھنؤ''، ''شاہ ولی اللہ نمبر'')

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنے مختلف ادوار میں اپنے دیوبند کے مسلک سے سرمو نہ ہٹے تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ سے ان کی عقیدت آخر عمر تک وہی رہی جس کو ساتھ لے کر آپ اپنے دور میں ایک اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔ اس صورت حال میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ کی اس آخری وصیت سے بے خبر رہے ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''درحدیث شریف آمدہ است ''من ادرک منکم عیسیٰ بن مریم فلیقرأہ منی السلام'' ایں فقیر آرزوئے تمام دارد اگر ایام حضرت روح اللہ دریابد اول کسیکہ تبلیغ سلام کند من باشم۔''

(الوصیت ص نمبر ۱۲۱، ملحق اواخر عقد الجید مترجم)

ترجمہ: حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جو عیسیٰ بن مریم کا وہ دور پائے تو وہ آپ کو میری طرف سے سلام کہے۔ اس فقیر (ولی اللہ) کی آرزو ہے کہ اگر وہ حضرت روح اللہ کے اس دور کو پائے تو پہلا میں ہوں گا جو انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائے گا۔

اگر مولانا عبیداللہ سندھی اس عقیدہ میں اپنے اسلاف کے خلاف ہوگئے ہوتے تو آپ کا ان سے یہ اختلاف سرِ عام شہرت پاتا، اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ آپ آخر تک حضرت شاہ ولی اللہ سے اپنی اسی عقیدت پر قائم رہے جسے آپ دیوبند سے لے کر نکلے تھے۔ آپ کی آمد پر اکابر علماءِ دیوبند جامع مسجد دیوبند میں جمع تھے کہ آپ نے پھر انھیں ''حجۃ اللہ البالغۃ'' پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ اب ایسے شخص کے بارے میں یہ بتلانا کہ وہ نزول عیسیٰ بن مریم جیسے معروف مسئلے میں شاہ ولی

اللہ سے یا علماء دیو بند سے کٹ گئے تھے، کسی صاحبِ انصاف کو زیب نہیں دیتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ''الخیرالکثیر'' میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے قربِ قیامت میں آنے اور دجال سے معرکہ آراء ہونے کا ایک عجیب نقشہ کھینچا ہے۔ آپ کے ایسے ممتاز معتقد اس میں کیسے آپ سے جدا ہو سکتے تھے۔

اب آیئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ''الخیرالکثیر'' سے ہم اس مسئلے کے بارے میں رہنمائی حاصل کریں۔ ''الخیرالکثیر'' کے ص ۳۹۰ پر آپ دوسری منزل کا آغاز اس عنوان سے کرتے ہیں۔

''منزل القیامة الکبریٰ والبعث بعدالموت'' میں آپ لکھتے ہیں:

جب یہود کی سرکشی اور ان کا تمرد وعصیان حد سے تجاوز کر گیا، یہاں تک کہ انھوں نے انبیاء کرام تک کو قتل کیا اور حضرت مسیح کی توہین کی تو ان کی صحف اعمال ان کے مظالم اور بداعمالیوں سے لبریز ہوگئے اور ان کے گناہوں کے اثرات آسمان تک پہنچ گئے۔ اس سے پہلے عاد اور ثمود اور دیگر اقوام طاغیہ کے گناہ آسمان تک فضا پُر کر چکے تھے اور ان کے آثار خصوصی نمایاں ہو چکے تھے۔ اب یہود کی برائیاں ان کے ساتھ مل کر تمام شرور کی ایک وحدت ہوگئی اور ایک ایسے عالم میں ان کا تحقق ہوا جو اس عالم سے کامل تر ہے۔ یہ برائیاں ایک زندہ مجسمہ کی شکل میں نمایاں ہوئیں، جس کا نام اصطلاح شرع میں مسیح ودجال ہے۔ دجال کو شرور کی جانب سے انسلاخ، خواہ کسی جانب سے ہو ارتقاء کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ برائیاں ظہور کرتی رہیں اور دجال اپنی کاملیت اور تمام کو پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اسم مطلق آپ کے قلب مبارک سے روشن ہوا تو دجال مجبوراً روپوش ہوگیا۔ لیکن جب عہدِ نبوت پر ایک زمانہ گزر گیا اور شرور کی کثرت ہوئی اور برائی کے واقعات بکثرت ظاہر ہونے لگے تو دجال کی شرارتوں میں پھر ترقی شروع ہوئی اور جو برائی دنیا میں ہوتی تھی وہ اس کے ساتھ جا ملتی۔ جس طرح کہ جزئی اپنی کلی سے لاحق ہو جاتی ہے اور جب اس طرح تمام زمین ظلم اور بداعتدالیوں سے لبریز ہو جائے گی اور امتِ مرحومہ کے اکثر لوگ گمراہی میں مبتلا ہوں گے تو اسمِ جامع محمدی اس حالت میں ان کی دستگیری فرمائے گا اور وہ اسم مبارک ایک ایسے شخص پر تجلّی فرمائے گا، جن کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے موافق ہونے کے علاوہ ان کا حلیہ اور اخلاق بھی آپ کے موافق ہوں گے۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس امت کو جو مبتلائے ضلالت ہوگی راہِ راست پر لائے گا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس وقت دجال سے نہیں رہا جائے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور ہر طرف سے لوگوں کے گمراہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگا، جب اس کی یہ کوشش انتہا تک پہنچ جائے گی تو اسم پاک عیسوی اس کے مٹانے پر متوجہ ہوگا۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود کی شرارتوں کے لیے بمنزلہ محاق کے تھے اور اسم جامع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے مزید تقویت حاصل ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور زمین پر حکومت کر کے اپنے اسم جامع کا حق ادا کریں گے۔ اس زمانہ کے

بعد دجال کی روح جو مجموعہ شرور کی وحدت تھی یا جوج ماجوج کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ چنانچہ لوگوں کو یہ ہلاک کریں گے اور ان کے اثرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توجہ سے ختم ہوجائیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام رحلت فرمائیں گے، لوگ پھر برائیوں میں مبتلا ہوجائیں گے، دجال کی روح مطروح ان میں سرایت کرتی جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شراتنا پھیلے گا جس کے بیان کی تقریر وتحریر قوت نہیں رکھتی اسی حالت میں قیامت کا ظہور ہوگا جس سے تمام نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا اور کوئی چیز بھی موجودہ نظام کے مطابق نہیں رہے گی۔

اسی طرح زمانہ گزرجائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ ایک اور نشاۃ کا آغاز فرمائے گا اور پھر ارواح کو پیش آمدہ معدات کے مطابق اجسام کے ساتھ حاصل ہوگا اور سب کو مبعوث کیا جائے گا۔ قیامت کے قریب لوگوں کو مختلف قسمیں ہوں گی بعض ان میں سے کامل ہوں گی اور انھیں کمال حاصل ہوگا اور بعض ناقص ہوں گے اور ان کا ناقص ہونا بھی درجہ تام میں ہوگا اور یہ اس لیے کہ دجال کا ظہور ہے۔ اور خیر کا ظہور بھی درجہ تام پر ہوگا وہ اس لیے کہ مہدی اور مسیح بھی ظاہر ہوں گے۔ شاہ صاحب کے ان الفاظ پر غور کریں:

'' لان الشر الکامل ھنالک للدجال والخیر الکامل للمھدی وعیسیٰ علیھما السلام ولذلک یجدھولاء وھولاء و کل فیما ھو تلقاء وجھه. ''(الخیر الکثیر ،ص۳۹۵)

آپ نے المہدی اور عیسیٰ کو تثنیہ کے صیغہ میں سلام بھیجا ہے تا کہ معلوم رہے کہ آپ کے عقیدے میں یہ دو شخصیتیں ہیں مہدی اور عیسیٰ ایک نہیں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ ایک دوسرے مقام پر یہود پر اس طرح تنقید کرتے ہیں:

ومن ضلالة اولئک انھم یجزمون انه قد قتل عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام وفی الواقع انه وقع اشتباہ فی قصته فلمّا رفع الیٰ السماء ظنوا انه قد قتل ویرون ھذا الغلط کابراً عن کابر فأزال اللّٰه سبحانه ھذا الشبھة فی القرآن العظیم فقال وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَھُمْ. (الفوز الکبیر،ص۱۱)

ترجمہ: ان کی گمراہی ہے کہ وہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (سولی پر) قتل کر چکے اور حقیقت یہ ہے کہ انھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں ایک اشتباہ واقع ہوگیا ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے تو انھوں نے سمجھا کہ وہ قتل کر دیئے گئے ہیں اور اس غلط بات کو وہ اپنے بڑوں سے اسی طرح سنتے آرہے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہے کو زائل کیا اور قرآن پاک میں فرمایا اور انھوں نے انھیں قتل نہیں کیا اور نہ انھیں سولی پر چڑھایا ہے بلکہ وہ ایک اشتباہ میں ڈال دیئے گئے ہیں (کہ ان کی شباہت ان کے ایک حواری پر ڈالی گئی)

پھر آپ ایک اور جگہ قیامت کی علامات کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

وقد ذکراشراط الساعة من نزول عیسیٰ وخروج الدجال وخروج الدابة وخروج یا جوج

وماجوج ونفخة الصعق ونفخة القيام والحشر والنشر. (ایضاً ص۱۵)

اور قیامت کی علامات اس طرح ذکر کی گئی ہیں:

(۱) نزول عیسیٰ بن مریم (۲) خروج الدجال (۳) خروج دابۃ الارض (۴) خروج یاجوج وماجوج (۵) بے ہوش کرنے والی پھونک (۶) پھر ہوش میں لانے والی پھونک (۷) پھر سب کا ایک میدان میں جمع ہونا اور پھیلنا

ان تصریحات سے اس موضوع پر حضرت شاہ ولی اللہ کا عقیدہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ وہ کس وضاحت سے رفع عیسیٰ بن مریم اور نزول عیسیٰ بن مریم کے قائل تھے اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھی بھی ان سے کچھ کسی فاصلے پر نہ تھے۔ آپ اپنی اکیس سالہ جلاوطنی کے بعد وطن واپس آئے تو اپنے محدثین دہلی اور علماء دیوبند سے پھر اپنی اسی وابستگی کا اظہار فرمایا جسے وہ ساتھ لے کر گئے تھے۔

وطن واپسی پر پھر اپنے اساتذہ کے ماحول میں مولانا سندھی نے سالہا سال نئی دنیا کو دیکھا مختلف اطراف کی گرد پیمائی کی مگر دیوبند سے آپ کی عقیدت وہی رہی اور تصوف میں بھی آپ اسی نسبت میں رہے جسے آپ چھوڑ کر ملک بدر ہوئے تھے۔ حالات کے انقلابات آپ کو سرمو اپنے پہلے دینی موقف سے بدظن نہ کر سکے۔ آپ کا وطن واپسی پر یہ بیان آپ کے رسوخ فی العلم کا واضح طور پر پتا دیتا ہے۔ میں نے اپنی طویل اکیس سالہ جلاوطنی میں ایک دنیا کی خاک چھانی مگر مجھے اپنے مرشد (حضرت سید العارفین) جیسا کوئی مرشد اور اپنے استاد (حضرت شیخ الہند جیسا کوئی استاذ نہیں ملا) (ماخوذ ''آثار الاحسان''، جلد۲)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی کا دینی مسلک اور روحانی مشرب آخر دم تک وہی ایک رہا جو آپ دیوبند سے لے کر نکلے تھے۔ زمانے کے انقلابات نے اس پر شک اور تردد کا کوئی چھینٹا نہیں پھینکا۔

مسافرانِ آخرت

- مجلس احرار اسلام چکڑالہ (ضلع میانوالی) کے ناظم امتیاز حسین کے بہنوئی نذر حسین مرحوم۔ انتقال: ۲۹/اگست ۲۰۱۵ء۔
- مجلس احرار اسلام ٹب چوہان (رحیم یار خان) کے مخلص کارکن جام محمد یعقوب کی ساس صاحبہ مرحومہ۔ انتقال: ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۵ء۔
- چیچہ وطنی میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کے قدیم متعلق اور حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص قاری محمد سرور 30/ستمبر کو انتقال فرما گئے، نماز جنازہ مرحوم کے داماد حافظ ظہور الحق نے پڑھائی۔
- چیچہ وطنی جماعت کے سابق صدر محمد افضل خان مرحوم کے برادرِ خورد، خان فیاض احمد خان کے چچا محمد اشرف خان (چک نمبر 15-11 ایل) یکم اکتوبر کو انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ احباب وقارئین دعاءِ مغفرت و ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر الزامات

کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ......سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے؟

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ:

مشہور روایات کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا۔ (نیچے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ) ثقات میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل مروان ہی ہے حالانکہ وہ ان کی فوج میں شامل تھا۔ [خلافت وملوکیت ص ۱۳۰]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت تو جنگ جمل کے اختتام پر واقع ہوئی لیکن مودودی صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ مروان تو شروع سے ہی قتل کے ارادے کے ساتھ حضرت عائشہ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔

''چنانچہ یہ قافلہ مکہ سے بصرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ بنی امیہ میں سے سعید بن العاص اور مروان بن الحکم بھی ان کے ساتھ نکلے۔ مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) پہنچ کر سعید بن العاص نے اپنے گروہ کے لوگوں سے کہا: اگر تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو ان لوگوں کو قتل کر دو جو تمہارے ساتھ اس لشکر میں موجود ہیں (ان کا اشارہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ بزرگوں کی طرف تھا)

مروان نے کہا کہ نہیں ہم ان کو (یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک دوسرے سے لڑائیں گے، دونوں میں سے جس کی بھی شکست ہوگی وہ تو یوں ختم ہو جائے گا اور جو فتح یاب ہوگا وہ اتنا کمزور ہو جائے گا کہ ہم بآسانی اس سے نمٹ لیں گے۔ [حوالہ مذکور۔ص:۱۲۸]

حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ:

''اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مدینہ طیبہ کو لوٹ گئے۔ مروان نے پیچھے سے جاکر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا اور زخمی کر دیا جس سے وہ شہید ہوئے۔ مروان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جاری رہے اور کوئی میدان سے نہ جائے۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری کے یہاں جرح وتوثیق میں قوت دلیل کا سوال نہیں بلکہ خود ان کے رجحان طبع پر فیصلہ ہے۔ قابل اعتماد سمجھ لیں تو مروان بن الحکم کو جس

کی پیشانی پر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹیکہ لگا ہوا ہو اور جس کو سفاکِ امت کہنا بھی بے جا نہیں۔''

[انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد:۱۶،ص:۳۳۷،۳۳۸]

مولانا سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں کہ:

''اور اس (مروان) کے نہایت بد بختانہ اعمال سے یہ بھی ہے کہ اس نے یوم جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، بخاری میں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا ہاتھ بے کار کر دیا تھا۔ علامہ کرمانی نے لکھا کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے صرف طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے تو انھوں نے اپنے جسم مبارک پر ۸۰ سے زیادہ زخم کھا کر بھی حضور کو بچایا تھا اور اسی پر حضور علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا تھا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ایسے جنتی پر قاتلانہ حملہ کرنے کا حوصلہ صرف مروان جیسا شقی ہی کر سکتا تھا۔''

[انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد:۱۷،ص:۱۹۲]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل سے متعلق مذکورہ داستان اگر انوار الباری شرح صحیح البخاری جیسی مستند کتاب میں حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بجنوری رحمتہ اللہ علیہ جیسے ثقہ راویوں سے بیان نہ ہوتی تو ایک لمحہ کے لیے بھی اس پر یقین کرنا مشکل تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلق لکھا کہ وہ ''حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مدینہ طیبہ کو لوٹ گئے، مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جس سے وہ شہید ہوگئے۔''

یہاں آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ ان کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا ایک سپاہی تھا، جس نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہو کر انعام کے لالچ میں اس قتل کا اعتراف کیا تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔ رہی یہ بات کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر واپس چلے گئے تھے لیکن اس حدیث کا ماخذ نہیں بتایا گیا دراصل اس حدیث کو نقل کرنے والے مشہور شیعہ امام حاکم ہیں۔ اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگ کے دوران کہا کہ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے یہ پوچھا کہ:

''اتحبه ،فقلت: ومايمنعنى .قال: اماانک استخراج عليه وتقاتله وانت ظالم .قال: فرجع الزبير.''

[مستدرک جلد چہارم۔ص:۴۴۵]

کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں مجھے اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ایک دن تم اس کے خلاف خروج کرو گے اور اس سے قتال کرو گے اور تم اس وقت ظالم ہو گے۔ یہ سن کر زبیر واپس لوٹ گئے۔

امام ذہبی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''والعابد لا یعرف والحدیث فیه نظر''

عابد مجہول ہے اور یہ حدیث محلِ نظر ہے۔ [حوالہ مذکور]

مولانا شاہ معین الدین لکھتے ہیں کہ:

''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاتے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہو گیا۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایسا تاک کر تیر مارا جو گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ یہ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا زہر کے اثر سے ان کا کام تمام ہو گیا۔ اب میدان جنگ میں صرف ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے جاں نثار فرزند رہ گئے۔'' [سیر الصحابہ جلد اول ص ۲۷۳]

اس افسانہ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہی ابن جرموز کے ساتھ ''دوستانہ'' تعلقات استوار کیے ہوئے تھے۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو۔ جبکہ یہ واقعہ بھی جنگ کے اختتام پر رونما ہوا۔ سخت تعجب ہے کہ جس جنگ میں دونوں طرف سے تیرہ ہزار مسلمان قتل ہو گئے ہوں اور سینکڑوں زخمی بھی ہوں۔ اس گھمسان کی جنگ میں بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے ''زہر آلود'' تیر بچا کر رکھا ہوا تھا جس سے انھوں نے اپنے قائد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق بھی تاریخ میں بہت سے افسانے پائے جاتے ہیں۔ ایک افسانہ تو یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز اور چند باغی لوگوں نے ان پر اچانک حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ دوسرا افسانہ یہ ہے کہ ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نیند کی حالت میں قتل کیا۔ تیسرا افسانہ یہ ہے کہ عمرو بن جرموز نے انھیں اس حالت میں شہید کیا کہ وہ نماز ادا فرما رہے تھے۔ **فیاللعجب**.

سوال یہ ہے کہ اگر فریقین کے مابین اتنی بڑی جنگ ہوئی تھی کہ جس میں مقتولین کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچ گئی۔ (یہ بھی ایک تاریخی مکذوبہ اور بے سروپا افسانہ ہے جسے سیف بن عمر جیسے کذاب راویوں نے مشہور کیا ہے حالانکہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط نے دونوں طرف سے مقتولین کی تعداد مع فہرست ایک سو بتائی ہے ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۷، ۱۹۰) جبکہ زخمیوں کی تعداد تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہو گئی تو اس دوران یا جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنی جلدی ایسا اطمینان کس طرح حاصل ہو گیا کہ وہ وادی السباع میں آ کر آرام کے ساتھ سو گئے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب اہل جمل کو شکست ہوگئی تھی تو آں محترم رضی اللہ عنہ اپنی نعشوں ، زخمیوں، فوج اور اپنی قائد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر ان سے الگ کیسے ہو گئے تھے؟

یہ چیز تو فوجی اخلاق بلکہ عام اخلاق کے بھی خلاف ہے۔ عشرہ مبشرہ کے افراد سے تو اس قسم کے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عین میدان جنگ ہی میں کیوں یاد آیا؟ اس سے پہلے کیوں یاد نہ آیا؟

اگر ناقدین کی متدل یہ حدیث ''صحیح'' تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فوج میدان میں اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ بغیر کسی جنگی اقدام کے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ابتدا ہی میں یا مذاکرات کے دوران یہ ارشاد کیوں نہ سنایا گیا؟ لیکن حیرت ہے کہ ان تمام مواقع پر یہ حدیث انھیں یاد نہ آئی۔ اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور اس جنگ کو وہ فی الواقع مذموم سمجھنے لگے تھے تو یہ مخالف کیمپ میں واپس کیوں آ گئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں کیوں نہ آئے؟

یہ بات بھی بعید از فہم ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر خود تو اپنے طور پر جنگ سے علیحدہ ہو گئے ہوں اور ان کی زیر قیادت جو فوج لڑ رہی تھی اس کو انھوں نے اس امر کی کوئی اطلاع نہیں دی حالانکہ جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی تھی تو ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے ماتحت لڑنے والوں کو بھی اس سے آگاہ کرتے ورنہ اس کے بغیر نہ خود ان کی جنگ سے علیحدگی و کنارہ کشی کوئی معنی رکھتی ہے اور نہ ہی وہ صرف اتنے سے عمل سے بری الذمہ قرار پا سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شریک جنگ نہیں تھے بلکہ درحقیقت فوج کے کمانڈر اور قائد تھے جنگی تاریخ کا شاید یہ انوکھا واقعہ ہے کہ کمانڈروں نے تو جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی لیکن فوج بدستور برسرِ پیکار رہی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ناقدین نے اسی سبائی و مکذوبہ روایت کو ''حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' سمجھ لیا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون کا بیان کردہ ''قصہ'' بھی نذر قارئین کر دیا جائے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''اس کے بعد امیر المومنین نے زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم کو وہ دن یاد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایسے شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے؟ جواب دیا: ہاں مجھے یاد آ گیا اگر تم میری روانگی سے پیشتر مجھے اس بات کو یاد دلاتے تو میں ہرگز خروج نہ کرتا اور اب میں واللہ تم سے ہرگز نہ لڑوں گا۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا سوائے آج کے اس موقع کے ہمیشہ اپنا انجام کار جانتا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہارا کیا قصد ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا: میرا یہ قصد ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا جواب نہ دینے پائی تھیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بول اٹھے: ہاں جب دونوں کو صف آراء کرلیا اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چلے جانے کا قصد کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے آپ ابن ابی طالب کے پھریروں سے ڈر گئے اور آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اس کے اٹھانے والے جواں مرد جنگ جو ہیں اور اس کے نیچے چمکتی ہوئی تلواریں ہیں۔ اس سے آپ میں بزدلی آ گئی ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے قسم کھالی ہے جواب دیا: اپنی قسم کا کفارہ دیں۔ اپنے غلام مکحول کو آزاد کردیں۔

[تاریخ ابن خلدون اردو حصہ اوّل ص ۴۹۷، ۴۹۸ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی]

یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ مکالمہ اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہو رہا ہے جو یکے از عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اسی سے اس قصے کی لغویت ثابت ہوجاتی ہے معلوم نہیں کہ اس مکالمے میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا نام کس طرح فراموش ہوگیا ہے؟

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد فوج میں شامل تھی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خود تو جنگ سے علیحدہ ہوگئے اور اپنے معتقدین کو اس سے روکنے کی کوئی تلقین نہ کی؟ یہ بات بھی ایک معمہ ہی ہے کہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی ابن جرموز نے ان کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگین کیے؟ حالانکہ وہ ان کے ہم خیال ہوگئے تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہزاروں معتقدین ان کی غیر جانب داری اور جنگ سے کنارہ کشی دیکھنے کے باوجود کیوں کر مصروف جنگ رہے؟ اور انھوں نے اپنے قائدین کی پیروی میں جنگ سے کیوں علیحدگی اختیار نہ کی؟

اگر جنگ صفین میں ''نیزوں'' پر قرآن کریم کے بلند کرنے سے لشکر علی رضی اللہ عنہ میں پھوٹ پڑ گئی تھی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ''کنارہ کشی'' کی وجہ سے اصحاب جمل میں پھوٹ کیوں نہ پڑی؟

ناقدین نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کردیا کہ انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے شہید کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جاری رہے، لیکن رئیس المؤرخین ابن خلدون نے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مذکور

مکالمہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف قتلِ طلحہ رضی اللہ عنہ نسبت دونوں کذب وافتراء ہیں۔ اس مکذوبہ قصہ کے برعکس مختلف صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ میدان جنگ سے کنارہ کش نہیں ہوئے بلکہ برابر لڑتے رہے۔ ایک موقع پر دن کے اوّل حصے میں کچھ لوگ پسپا ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''انا الزبیر الی ایھا الناس'' میں زبیر رضی اللہ عنہ ہوں اے لوگو! میری طرف آؤ۔

[تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۰۶۔ تحت احوال ۳۶ھ بیان جنگ جمل]

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ''یوم الجمل'' میں کھڑے ہوئے تو مجھے طلب فرمایا میں آکر ان کے پہلو میں کھڑا ہوگیا تو انھوں نے فرمایا: ''یابنیّ انہ لایقتل الیوم الاظالم أومظلوم وانی لاأرانی الّاأسأقتل الیوم مظلوم ماوان من اکبر ھمی لدینی...... قال عبداللہ فجعل یوصینی بَدینہ ویقول یا بنیّ ان عجزت عن شی منہ فاستعن علیہ مولای.قال: فواللّٰہ مادریت ماارادحتیٰ قلت:یاابت من مولاک ؟قال اللّٰہ . قال فواللّٰہ ماوقعت فی کربتہ من دینہ الّاقلت یامولی الزبیر اقض عنہ دَینہ فیقضیہ فقتل الزبیر''

[صحیح بخاری۔ کتاب فرض الخمس باب برکۃ المغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولاۃ الامر۔ رقم الحدیث ۳۱۲۹]

اے بیٹے آج کے دن قتل ہونے والے یا ظالم ہیں یا پھر مظلوم اور مجھے نظر آرہا ہے کہ میں مظلوم کی حیثیت سے مارا جاؤں گا اور مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرضہ کی لگی ہوئی ہے (یعنی میں مقروض ہوں)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے مجھے اپنا قرضہ جلد ادا کرنے کی وصیت کی اور کہا: اے بیٹے اگر تم کسی معاملے میں عاجز ہوجاؤ تو اس میں میرے مولیٰ سے امداد حاصل کرنا۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ اس جملہ سے ان کی کیا مراد تھی؟ لہٰذا میں نے پوچھا: ابا جان آپ کا مولیٰ کون ہے؟

جواب دیا: اللہ۔

عبداللہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم مجھ پر ان کا قرض ادا کرنے میں جب کوئی مشکل پیش آئی تو میں نے کہا: اے زبیر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تو ہی ان کا قرض ادا کردے تو اللہ نے ان کے ذمہ کا قرض ادا کردیا۔ (یعنی اسباب فراہم کردیے)

پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قتل کردیے گئے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس باب کا نام ہی یہ رکھا کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہمراہ رہ کر جہاد

کرنے والے کے مال میں بحالت زیست ومرگ برکت ہونے کا بیان'' اوراس کے تحت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ جمل کے موقع پر مظلومانہ قتل سے پہلے قرض کی ادائیگی سے متعلق وصیت پر مشتمل یہ حدیث لائے ہیں۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مظلوم تھے اور وہ میدان جنگ میں ہی شہید ہوئے وہ آخر دم تک ثابت قدم رہے اوراپنے اقدام وموقف کو صحیح سمجھتے رہے جنگ سے کنارہ کشی کا قصہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے۔انھوں نے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر اپنے قرض کی ادائیگی کی وصیت کرتے ہوئے اپنے قتل ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

حدیث وتاریخ کی معتبر روایات سے یہی بات ثابت ہے البتہ جنگ روکنے کی کوشش جس طرح دوسرے اکابر فرمارہے تھے، اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس کوشش میں سرگرم رہے۔

ناقدین کا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو یقینی طور پر'' قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ، قاتل اصحاب، سفاکِ امت اور شقی'' قرار دینا درست نہیں، فیا اسفا۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جنگ جمل میں (جو سبائیوں کی بھڑکائی ہوئی تھی) قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ساتھ تصادم کے نتیجے میں ایک'' تیر'' لگنے سے واقع ہوئی تھی مؤرخ طبری (م ۳۱۰ ھ) لکھتے ہیں کہ:

''فوقف فی بعض الصفوف فجاء سھم غرب فوقع فی رکبته''

[تاریخ الطبری جلد ۵،ص: ۲۱۵۔تحت حالات جمل ۳۶ ھ]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ صفوں کے درمیان کھڑے تھے کہ ایک'' نامعلوم'' تیران کے گھٹنے میں پیوست ہوگیا۔

اس سلسلہ میں اکثر مؤرخین نے دوطرح کی روایات ذکر کی ہیں۔حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو بعض روایات میں **بصیغہ تمریض ''یقال ، قیل، یزعمون، یقولون''** وغیرہ الفاظ کے ساتھ تیرانداز اور قاتل نامزد کیا گیا ہے جن کے'' قاتل'' کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔اور جن روایات میں'' سند'' کے ساتھ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے نام کی تصریح پائی جاتی ہے تو ان راویوں کی سیرت وکردار سے آگاہ ہو جانے کے بعد کوئی منصف مزاج غیر مسلم جج بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو'' قاتل'' قرار نہیں دے سکتا۔

ان روایات میں اگر'' مجہول'' راویوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو'' معروف'' راویوں میں ایک راوی عبدالسلام بن صالح ہیں۔ان کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔علامہ عقیلی فرماتے ہیں کہ یہ خبیث رافضی اور کذاب ہے۔امام نسائی اور دارقطنی نے بھی اسے غیر ثقہ اور خبیث رافضی کہا ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ:

”کلب للعلویة خیر من بنی امیه“ یعنی علوی حضرات کے کتے بھی بنوامیہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب تحت عبدالسلام بن صالح۔

اسی طرح طبقات ابن سعد کی دوسری روایت جو خلیفہ عبدالملک پر ختم ہوتی ہے تو اس میں دوراوی مجہول ہیں جن کا نام تک مذکورہ نہیں۔ ایک راوی ابوحباب کلبی ہیں جن کا اسم گرامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے۔

ایک روایت جو قیس بن ابی حازم کے قول پر ختم ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں لگا تھا۔ روح بن عبادہ سے مروی دوسری روایت جو حضرت نافع پر ختم ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی زرہ ایک جگہ سے ٹوٹ گئی تھی جس سے جسم کا کچھ حصہ کھل گیا تھا تیر وہیں آ کر لگا اس کا مطلب یہ ہے کہ تیر پنڈلی یا گھٹنے میں نہیں لگا بلکہ جسم کے بالائی حصے میں لگا کیونکہ زرہ گھٹنے پر نہیں پہنی جاتی۔ مذکورہ روایات کا اختلاف اور اضطراب ہی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل سے بریت کے لیے کافی ثبوت ہے۔ اس طرح کی موضوع مناکیر اور من گھڑت روایتیں یقیناً قابل رد اور مردود ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان راویوں میں کوئی راوی موقع کا گواہ نہیں ہے اور نہ ہی شرکائے جمل میں سے کسی نے یہ الزام حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مؤرخین یہ بھی وضاحت کر رہے ہیں کہ ”فجائه سهم غرب“ ایک نامعلوم تیر آ کر ان کو لگا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”اما طلحة فجائه فی المعرکة سهم غرب یقال رماه مروان بن الحکم فاللّٰه اعلم یقال انّ الذی رماه بهٰذاالسهم مروان بن الحکم......وقدقیل انّ الذی رماه غیره وهٰذا عندی اقرب وان کان الاول مشهورا. واللّٰه اعلم“ [البدایہ والنہایہ جلد: ۷، ص: ۲۴۱، ۲۴۷]

میدان جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس کا مارنے والا نامعلوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیرانداز مروان بن حکم تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور تھا میرے نزدیک یہی قول صحت کے زیادہ قریب ہے اگرچہ مشہور پہلا قول ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

امام ابن کثیر یہاں دونوں اقوال میں موازنہ کر کے اپنی تحقیق یہ بتا رہے ہیں کہ میرے نزدیک صحت کے زیادہ قریب یہ قول ہے کہ تیرانداز حضرت مروان رضی اللہ عنہ نہیں تھے بلکہ کوئی اور شخص تھا۔

”یقال“ افواہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے موصوف نے ہر دو مرتبہ ”فاللہ اعلم“ لکھ کر اس ”افواہ“ کی بھی مزید

تضعیف کردی کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اصل تیرانداز کون تھا؟

اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ امام ابن کثیر کے نزدیک تیراندازی اور قتل کی نسبت حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے اگرچہ ''افوا'' کے طور پر پہلا قول ہی مشہور ہے۔

مشہور شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ:

''قتل یوم الجمل اتاہ سھم لایدری من رماہ واتھم بہ مروان''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں قتل کیے گئے۔ انھیں ایک تیر آکر لگا کوئی نہیں جانتا کہ اسے کس نے پھینکا تھا اور مروان پر اس کی تہمت لگائی گئی ہے۔

[عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جزاء اول کتاب الایمان باب الذکوۃ من الاسلام]

علامہ عینی نے بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف قتل طلحہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کو محض ایک تہمت قرار دیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں کہ:

''لوگ کہتے ہیں کہ مروان نے طلحہ بن عبیداللہ کو تیر مارا تھا حالانکہ اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اسے کسی معتمد راوی نے روایت نہیں کیا ہے۔'' [العواصم من القواصم ص ۱۵۷]

علامہ محبّ الدین خطیب اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اخبار کی سب سے بڑی آفت ان کے راوی ہیں اور علوم اسلامیہ میں اس خبیث جھوٹ کی آفت کا علاج موجود ہے۔ ہر ایک خبر کے راوی سے اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ اس خبر کا مصدر متعین کرو (کہ تم نے یہ خبر کہاں سے لی ہے) اور دنیا کی کوئی امت اخبار کے مصادر کے مطالبے میں مسلمانوں کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ خصوصاً اہل سنت کا طبقہ۔ اور یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور مروان رضی اللہ عنہ والا قصہ ایسا بے بنیاد ہے کہ اس کے بنانے والے کا کوئی پتہ نہیں کہ کون ہے اور کون نہیں اور جب تک یہ خبر معتبر آدمی معروف سند اور معتبر رُواۃ سے بیان نہ کرتے قاضی ابوبکر ابن العربی کا حق نہیں تھا کہ اس کو نقل کرتے صرف یہی جملہ کہنا چاہیے تھا کہ اسے علام الغیوب ہی جانتا ہے''

[العواصم من القواصم اردو ص: ۲۶۳، مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ۔ گوجرانوالہ]

اس کے برعکس طبقات ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا ایک سپاہی تھا۔

ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے

عمران آئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں ''مرحبا'' کہا تو وہ کہنے لگے: اے امیر المومنین! آپ مجھے خوش آمدید کہتے ہیں ''وقد قتلت والدی واخذت مالی'' حالانکہ آپ نے میرے والد (طلحہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا اور میرا مال بھی قبضہ میں لے لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: تمہارا مال بیت المال میں محفوظ ہے کل آ کر اپنا مال وصول کر لینا اور جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ تمہارے والد کو میں نے قتل کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ تمہارے والد اور میں آخرت میں ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''ونزعنا مافی صدورھم من غل اخواناً علی سرر متقابلین'' [الحجر ۴۷] مومنوں کے دلوں سے ہم کینہ کو دور کر دیں گے اور وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت نشین ہوں گے۔ [طبقات ابن سعد جلد ۳، ص: ۱۶۰۔ تحت طلحہ بن عبید]

اس روایت سے حسب ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ ربعی بن حراش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں موجود تھے اور خود بغیر کسی واسطے کے اسے روایت کر رہے ہیں۔

۲۔ یہ مجلس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قائم ہوئی جس میں خود مقتول کے لڑکے اپنے والد کے قتل کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کی طرف کر رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قاتل کا تعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ سے تھا۔

۳۔ اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت مروان رضی اللہ عنہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ نہایت ہی مناسب موقع تھا کہ وہ عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو صاف صاف بتا دیتے کہ تمہارے والد کو خود تمہارے ہی گروہ کے ایک فرد ''مروان'' نے قتل کیا ہے اس کا الزام مجھ پر کیوں لگاتے ہو؟

۴۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ کسی غار یا کسی ویران وادی میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ طرفین کے ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں اور صف میں کھڑے ہونے کی حالت میں تازہ تازہ پیش آیا تھا جس کے فوراً بعد عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین مذکورہ مکالمہ ہوا تھا۔ اگر مروان قاتل ہوتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے وارث اور ولی الدم ضرور انھیں نامزد کرتے۔

جن روایات میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو قاتل قرار دیا گیا ہے تو اصول روایت کے اعتبار سے ان کا تجزیہ پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ موضوع، لغو اور باطل ہیں جبکہ اصول درایت کے اعتبار سے بھی یہ روایات بوجوہ ناقابل قبول او

رمردود ہیں۔

اولاً: شرکائے جنگ میں سے کوئی بھی اس کہانی کو بیان نہیں کرتا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں دشمنان بنی امیہ کی طرف سے یہ وضع کی گئی ہے۔

ثانیاً: جنگ جمل ۱۰؍ جمادی الاولیٰ یا ۱۵؍ جمادی الثانیۃ ۳۶ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیرِ قیادت لڑی گئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷؍ رمضان المبارک ۵۸ھ میں واقع ہوئی۔ کیا وجہ ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان ۲۲؍ سالوں میں کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا جبکہ ناقدین کے بقول حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دست درازی بھی کی تھی، سخت حیرت ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کبھی اس کا انکشاف نہیں کیا۔ اگر ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل سمجھتیں تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیتیں کہ قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر نہ بنایا جائے۔

ثالثاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے صاحبِ تدبیر وسیاست، جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، مدبر اسلام اور خلیفہ راشد روئے زمین کے مقدس ترین شہروں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) پر انھیں والی اور حاکم وقاضی نہ بناتے۔

رابعاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ ہوتے تو مکہ ومدینہ کے شہری (صحابہ وتابعین) سراپا احتجاج ہوجاتے اور ان کی امارت قبول نہ کرتے۔

خامساً: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ دونوں کا موقف اور مشن ایک ہی تھا تو پھر وہ اپنے ہی قائد کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگین کرتے؟

سادساً: یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر بے پناہ تکالیف برداشت کرتے ہوئے اس تحریک کو جاری رکھے ہوئے تھے بھلا حضرت مروان رضی اللہ عنہ جیسا مدبر اور ماہر سیاست اپنے چچازاد بھائی اور خسر کے قصاص کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے والے شخص کو کیوں قتل کرتا؟

سابعاً: جس وجہ سے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو قتل طلحہ میں ملوث کیا جاتا ہے وہی سرے سے لغو، باطل اور غلط ہے یعنی مروان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ میں سے سمجھتے تھے جبکہ قتل عثمان میں کوئی صحابی ملوث نہیں تھے۔ اگر یہی بات تھی تو پھر وہ جنگ جمل کے وقوع کا انتظار کیوں کرتے رہے؟ یہ کام تو بصرہ پہنچنے سے پہلے راستے میں ہی کہیں انجام پاسکتا تھا۔

ثامناً: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد ان کے ہمراہ تھی۔ ان کی موجودگی میں اس طرح کی کارروائی کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ بصورت دیگر قاتل کو کہیں بھی پناہ نہ ملتی۔

تاسعاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ ہوتے تو جب وہ جنگ جمل میں گرفتار ہو گئے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی رہائی کی سفارش نہ کرتے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے محاسن بیان کر کے ان کی رہائی کے احکام صادر کرتے۔ اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ ناقدین کے بقول فتنہ پرداز سفاکِ امت، خون ریزیوں، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث، سازشی، گورنر مصر کے نام خط میں ''فاقبلوہ'' کو ''فاقتلوہ'' میں تبدیل کرنے والے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو ان کے ''بدبختانہ اعمال'' کی سزا دینے کا یہ بہترین موقع تھا مگر انھوں نے انہیں رہا کر دیا۔

عاشراً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قتل طلحہ رضی اللہ عنہ میں ملوث ہوتے تو امام مالک، امام محمد، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ جیسے ائمہ حدیث وفقہ ان سے روایات قبول نہ کرتے۔ ''تلک عشرۃ کاملۃ''

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس مقدمہ میں ورثاء کی طرف سے نہ کوئی دعویٰ سامنے آیا نہ کوئی ایف آئی آر کاٹی گئی نہ کوئی شرعی قانونی واخلاقی شہادت پیش کی گئی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد عادل وبرحق نے قاتل کے متعلق اشارتاً وکنایتاً کبھی اظہار فرمایا۔ کیا اس نوعیت کے کسی مقدمہ میں اخلاف صدیوں بعد متعین اور یقینی طور پر کسی شخص کو مجرم قرار دے سکتے ہیں؟

کیا بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی شخص پر ''قتل'' جیسے الفاظ سے شہادت وگواہی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے بدگمانی کو گناہ، حرام اور معصیت قرار نہیں دیا؟

کیا محض بدگمانی کے اظہار سے کسی کے خلاف قتل کا جرم ثابت ہو جاتا ہے؟

کیا کسی شخص پر بلا ثبوت وبلا دلیل کسی معصیت کا الزام لگا دینا شرعاً فسق اور حرام نہیں ہے؟

کیا رافضیوں اور کذابوں کی بیان کردہ موضوع من گھڑت واہی اور مضطرب روایات کی بناء پر حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو متعین اور یقینی طور پر شقی بدبخت، قاتل اصحاب رضی اللہ عنہم اور قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ قرار دینے والا خود معصیت اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہو جاتا؟

(جاری ہے)

عبدالرحیم الٰہ آبادی

مدینہ کے مسافر سے

خجستہ بخت مسافر رہِ حجاز ذرا
مِرا بھی بہر خدا اِک پیام لیتا جا
تو جا رہا ہے تو فرقت نصیب عاشق کا
حضورِ خواجۂ یثرب سلام لیتا جا
یہ عرض آپ کی اُمّت ہے قعرِ ذلت میں
ببارگاہِ رسولِ اَنام لیتا جا
عطا کرے گا یقیناً تجھے بقائے دوام
تو نامِ ختم رسل صبح و شام لیتا جا
تڑپ رہا ہے فراقِ رسول میں جاویدؔ
سلام عاشقِ ناشاد کام لیتا جا
''چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
تو یاد آر حریفانِ بادہ پیما را''

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان
26 نومبر 2015ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہرانگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکرو اصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمہ اللہ

قادیانیت کی حقیقت سمجھنے کا مختصر راستہ

مرزا قادیانی کے دعوے

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ/ ۲۸ جنوری ۲۰۱۵ء) تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے پر جوش مبلّغ ومجاہد اور وسیع المطالعہ عالم تھے۔ ردّ قادیانیت پر اُن کی وقیع تحریریں نقیبِ ختمِ نبوت کی زینت بنتی رہی ہیں۔ اُن کی تمام عمر انتہائی غیرتِ فقر کے ساتھ حضرت رسالت پناہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختمِ نبوت کے تحفظ میں گزری۔ اس مبارک جدّ وجہد سے وابستگی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے آخری لمحات کو عظیم الشان بنادیا، مکہ مکرمہ میں بحالتِ احرام انتقال ہوا اور مقبرہ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ زیرِ نظر مقالہ اُن کی زندگی میں پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا۔ اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر یہاں قارئین کی نذر ہے۔ (ادارہ)

مرزا قادیانی نے کثرت سے اتنے متضاد دعوے کیے ہیں کہ ایک معقول انسان حیران پریشان رہ جاتا ہے۔ اس کے دعووں کا مختصر نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہونے کا دعویٰ، اللہ تعالیٰ کا والد، بیٹا اور بیوی ہونے کے دعوے، آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، شیث علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے دعوے.....صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ہندووٗں کے لیے کرشن، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لیے مسیح موعود ہونے کے دعوے کر دیے۔ بلندی کی سوجھی تو سب سے افضل واعلیٰ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ پستی کا شوق چرایا تو خود کو انسان کی شرم گاہ قرار دیا.....یعنی بیک وقت خالق ومخلوق ہونے کا دعویٰ، مؤمن وکافر ہونے کا دعویٰ، عزت وذلت کا دعویٰ، دنیوی اعتبار سے اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں بیک وقت ڈی سی او کے دفتر کا کلرک، ڈی پی او کے دفتر کا چوکیدار، محکمہ خوراک کا ڈائریکٹر، ریونیو کا چپڑاسی، شاہی مسجد لاہور کا خطیب، گورنمنٹ کالج کا پرنسپل، یونیورسٹی کا چانسلر، ریلوے کا قلی، قحبہ خانے کا انچارج، صوبہ پنجاب کا گورنر، بلوچستان کا چیف سیکرٹری، سندھ کا وزیر اعلیٰ، خیبر پختونخواہ کا سپیکر اور پاکستان کا صدر ہوں.....تو ظاہر ہے کہ اسے دماغی مریض قرار دے کر پاگل خانہ میں داخل کر دیا جائے گا۔ ہمیں حیرانی قادیانیوں پر ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے بکثرت دعووں کی وجہ سے متنبہ ہونے اور مسلمان ہونے کی بجائے تاویلیں کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ تاویلیں عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ مسلمانوں کو قادیانیت کی حقیقت سے آگاہ کرنے اور قادیانیوں پر حق آشکار کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے۔ کسی کی دل آزاری ہمارا مقصد

نہیں صرف اور صرف اظہارِ حقائق اور قادیانیوں کو دعوت اسلام دینا ہمارا مقصد ہے۔ اگر اس رسالہ کو خالی ذہن کے ساتھ کوئی پڑھے تو یقیناً اس کے لیے قادیانیت اور اسلام میں فرق کرنا دشوار نہ ہوگا۔ ہم نے مرزا قادیانی کے کسی دعوے پر کوئی تنقیدی جملہ نہیں لکھا تا کہ قادیانی دوست بھی سکون سے پڑھ سکیں۔ اس کتابچہ میں لکھے گئے تمام حوالہ جات اصل کتابوں سے براہِ راست نقل کیے گئے ہیں۔ کوئی حوالہ سیاق وسباق سے ہٹ کر نہیں ہے۔ ہم تمام حوالہ جات کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔

۱: ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ:

خدا نے مجھے اپنے الہام وکلام سے مشرف کیا۔ (تریاق القلوب، ص:۱۵۵ رخ، جلد نمبر:۱۵، ص:۲۸۳)

۲،۳: ولی اور مجدد ہونے کا دعویٰ:

غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت ہونے کا دعویٰ ہے۔

(اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ مندرجہ مجموعہ اشتہارات، جلد:۲، ص:۲۹۸)

مجھے غیب سے خوش خبری ملی کہ میں وہ مرد ہوں کہ اس دین کا مجدد اور رہنما ہوں۔

(تذکرہ، حاشیہ ص:۴۴)

۴: محدّث ہونے کا دعویٰ:

میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔

(آئینہ کمالات اسلام، رخ، جلد:۵، ص:۳۸۳)

نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے، جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔

(ازالۂ اوہام، رخ، جلد:۳، ص:۳۲۱)

۵: امام الزمان ہونے کا دعویٰ:

اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمان اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے جس میں سے پندرہ برس گزر بھی گئے۔

(ضرورت الامام، ص:۲۴، روحانی خزائن جلد:۱۳، ص:۴۹۵)

۶: وحی نازل ہونے کا دعویٰ:

نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف ہو، شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۱۳۹ ر خ جلد نمبر ۲۱، ص:۳۰۶)

میں اس کی اس پاک وحی پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں جیسے کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔

(حقیقت الوحی، ص:۱۵۰ ر خ جلد نمبر ۲۲ ص:۱۵۴)

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔

(حقیقت الوحی، ص:۲۱۱، روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۲۲۰)

۷: امام مہدی ہونے کا دعویٰ:

میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ بعض انبیاء سے بہتر ہے۔

(مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، ص:۲۷۸)

۸: کرشن ہونے کا دعویٰ:

خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو یہی ہے آریوں کا بادشاہ اور بادشاہ سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، ص:۵۸، روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۵۸۲)

۹: گناہوں سے معصوم ہونے کا دعویٰ:

تقریباً ۱۸۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وحی سے مشرف فرمایا کہ ''ولقد لبث فیکم عمراً من

قبلہ افلا تعقلون ''اوراس میں عالم الغیب خدا نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ کوئی مخالف کبھی تیری سوانح پر کوئی داغ نہیں لگا سکے گا۔(نزول المسیح روحانی خزائن، جلد:۱۸،ص:۵۹۰)

۱۰:عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ:

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا　　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

ترجمہ: میں مسیح زمان ہوں میں کلیم خدا یعنی موسیٰ ہوں میں محمد ہوں احمد مجتبیٰ ہوں۔

(تریاق القلوب،ص:۳رخ جلد نمبر۱۵،ص:۱۳۴)

اور یہی عیسیٰ ہے جس کا انتظار تھا اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔میری نسبت ہی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بنادیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔
(کشتی نوح،ص:۴۸ روحانی خزائن،جلد:۱۹،ص:۵۲)

مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔(ایک غلطی کا ازالہ،ص:۲،روحانی خزائن،جلد۱۸،ص:۲۱۰)
جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔
(کشتی نوح،ص:۱۷،روحانی خزائن،جلد:۱۹،ص:۱۹)

۱۱:حضرت مریم ہونے کا دعویٰ:

اس لیے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے کہ دو برس تک صنعت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو......مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں...... مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔

(کشتی نوح،ص:۴۷۔روحانی خزائن،جلد:۱۹،ص:۵۰۔نزول المسیح،ص:۱۶۳،روحانی خزائن،جلد:۱۸،اور تذکرہ حاشیہ،ص:۴۰۔۴۱)

اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے مراد میں ہوں۔(کشتی نوح روحانی خزائن،جلد:۱۹،ص:۵۲)

۱۲:عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت پر ہونے کا دعویٰ:

اور من جملہ ان کے،ایک اور بھی الہام درج ہے جس میں مجھے اللہ مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے

تجھ کو عیسیٰ کے جوہر سے پیدا کیا اور تو اور عیسیٰ ایک ہی جوہر سے اور ایک ہی شئی کی مانند ہو۔

(حمامۃ البشریٰ ص:۴۲، رحانی خزائن، جلد:۸۸ ص:۸۶۔ تذکرہ ص:۸۷، طبع دوم)

۱۳: عیسیٰ علیہ السلام کا بیٹا ہونے کا دعویٰ:

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

(توضیح المرام ص:۲۷، روحانی خزائن، جلد:۳ ص:۶۴)

۱۴، ۱۵، ۱۶: حضرت آدم، مریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ:

یا اٰدم اسکن انت و زوجک الجنة یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة.

ترجمہ: اے آدم۔ اے مریم۔ اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(تذکرہ ص:۷۱، ۲ طبع دوم)

۱۷: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو............اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۴۰۔ روحانی خزائن، جلد:۱۸ صفحہ ۲۳۳ پر بھی یہی مضمون موجود ہے۔)

۱۸: نبی ہونے کا دعویٰ:

اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے سے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔

(روحانی خزائن، جلد:۲۰ ص:۴۱۱۔۴۱۲)

صحیح بخاری ور صحیح مسلم اور انجیل اور دانی ایل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔

(اربعین نمبر ۳، حاشیہ ص:۲۵، روحانی خزائن جلد:۱۷، حاشیہ ص:۴۱۳)

خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے

میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رہے نہ اور کوئی۔

(روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۱۲)

کوئی انسان نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لیے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اس طرح مان لے جیسے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین، ص:۳۸، روحانی خزائن، جلد:۲۰، ص:۴۰)

مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ ومخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوتی ہے یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، ص:۶۸، روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۵۰۳)

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہے اور جو کچھ پایا اس کے فیضان سے پایا وہ لعنتی ہے اور خدا کی اس پر لعنت اور اس کے انصار پر اور اس کی پیروی کرنے والوں پر اور اس کے مددگاروں پر۔

(مواہب الرحمٰن، ص:۲۹، روحانی خزائن، جلد:۱۹، ص:۲۸۷)

خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی ہے۔

(حقیقۃ الوحی، ص:۹۶، روحانی خزائن، جلد:۲۲، حاشیہ ص:۹۹۔۱۰۰)

۱۹: تمام انبیاء کی فطرت پر ہونے کا دعویٰ:

آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے اسی پر خدا نے مجھے اطلاع دی

(تذکرہ، ۵۴۴۔ طبع چہارم)

۲۰: اخلاق اور حلیہ میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہونے کا دعویٰ:

انت اشد مناسبةً بعیسیٰ ابن مریم واشبه الناس به خلقاً و خلقا و زماناً

(ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، ص:۱۶۵۔ تذکرہ، ص:۱۴۳، طبع چہارم)

ترجمہ از جلال الدین شمس: تو کیا بلحاظ اخلاق کیا بلحاظ صورت وخلقت اور کیا بلحاظ زمانہ عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔

۲۱: رسول ہونے کا دعویٰ:

حق تو یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۰۶)

اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی۔

(روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۱۲)

یٰس انک لمن المرسلین. (یاسین! بے شک تو رسولوں میں سے ہے)

(حقیقۃ الوحی خاتمہ ۸۷، روحانی خزائن، ۲۲، ۷۱۵)

میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔

(تذکرہ، ص:۷۲،۳۷ طبع دوم۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ، ص:۵۳ رخ جلد:۲۱، حاشیہ ص:۶۸)

مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور یہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ''هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله''

(روحانی خزائن، جلد:۱۹، ص:۱۱۳)

۲۲: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ:

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم ''اس وحی میں الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۰۷)

غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے لیے۔ اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے۔

(روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۰۸)

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا　　　　منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب روحانی خزائن، جلد:۱۵،ص:۱۳۴)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲،ص:۷۶ حاشیہ)

اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا اور نہیں پہنچانا ہے۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن، جلد:۱۶،ص:۲۵۹)

۲۳: تمام انبیاء کرام کا عین ہونے کا دعویٰ:

جب سن ہجری کی تیرہویں صدی ختم ہو چکی تو خدا نے چودھویں کے سر پر مجھے اپنی طرف سے مامور کر کے بھیجا اور آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر نبی گزر چکے ہیں سب کے نام میرے نام پر رکھ دیے اور دونوں ناموں کے ساتھ ساتھ بار مجھے مخاطب کیا ان دونوں ناموں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کر کے بیان کیا گیا۔

(چشمہ معرفت ۳۱۳، روحانی خزائن، جلد:۲۳،ص:۳۱۸)

پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گزشتہ نبی سے اس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا چنانچہ آدم ابراہیم نوح موسیٰ داؤد سلیمان یوسف، یحییٰ عیسیٰ وغیرہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا۔

(نزول المسیح حاشیہ،ص:۳، روحانی خزائن، جلد:......ص:۸۲ حاشیہ)

۲۴: موسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

انت فیھم بمنزلة الموسیٰ '' تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔

(تذکرہ،ص:۸۶ طبع دوم)

۲۵: ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

(مرزا کی وحی) اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ (تذکرہ،ص:۱۹۱ طبع دوم)

۲۶: متعدد انبیاء کے نام پر ہونے کا دعویٰ:

تمام انبیاء کرام ہونے کا دعویٰ دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدم ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں میں اسحاق ہوں میں یعقوب ہوں میں اسماعیل ہوں میں موسیٰ ہوں اور میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ابن مریم ہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر (تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۵۲۱)

اس جگہ یہ بھی یادرکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہاء تک جس قدر انبیاء علیہ اسلام کے نام تھے وہ میرے نام رکھ دیے چنانچہ براہین احمدیہ میں میرا نام آدم رکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اردت ان استخلف فخلقت اٰدم...... ''اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا نے میرا نام نوح بھی رکھا...... اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم بھی رکھا ہے...... اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام یوسف رکھا گیا...... اسی طرح براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام موسیٰ بھی رکھا گیا...... اسی طرح خدا نے براہین کے حصص سابقہ میں میرا نام داؤد بھی رکھا...... ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالی نے میرا نام سلیمان بھی رکھا ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا...... اور بعد اس کے میری نسبت براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا ''جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء ''یعنی رسول خدا تمام گزشتہ انبیاء علیہ السلام کے پیرایوں میں...... اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں...... اسی طرح خدا نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا...... اس امت کے لیے ذوالقرنین میں ہوں۔

(رخ جلد۲۱ ص:۱۱۲۔۱۱۸ منہا)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۱۰۳، رخ جلد:۲۱، ص:۱۳۳)

۲۷: انبیاء کرام سے افضل ہونے کا دعویٰ:

اس نے میر دعویٰ اثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم ایسے نبی آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اور اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، ص:۱۳۶، رخ جلد:۲۲، ص:۵۷۴)

۲۸: تمام دنیا سے افضل ہونے کا دعویٰ:

(مرزا قادیانی کی وحی) **انی فضلتک علی العالمین.** بے شک میں نے تجھے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

(تذکرہ، ص:۱۲۹، طبع دوم۔ اشتہار ضمیمہ سرمہ چشم آریہ)

اعطانی ما لم یعط احد من العالمین. اور مجھے وہ دیا جو تمام مخلوقات میں سے کسی اور کو نہیں دیا۔

(تذکرہ، ص:۲۲۰)

اور خدا نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کر دیے جائیں تو ان کی نبوت ان سے ثابت ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیاطین ہیں نہیں مانتے۔ (چشمہ معرفت، ص:۳۱۷، روحانی خزائن، جلد:۲۳، ص:۳۳۲)

۲۹: قرآن کی مانند ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے **ما انا الا کالقرآن.** میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں۔

(تذکرہ، ص:۵۷۰ طبع چہارم)

۳۰: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کا دعویٰ:

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں

ایک ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء، روحانی خزائن، جلد: ۱۸، ص: ۲۳۳)

۳۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔ (ملفوظات، جلد اوّل، ص: ۴۰۰ طبع جدید)

میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی بن گیا ہوں (تذکرہ، ۱۲۹، طبع چہارم)

۳۲: آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ جب میں خدا بنا تو میری زبان پر یہ فقرے جاری ہوئے ''**اردت أن أستخلف فخلقت ادم. انا خلقنا الانسان فی أحسن تقویم** ''میں نے ارادہ کیا کہ خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا یقیناً ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے۔

(تذکرہ، ص: ۱۵۴، طبع چہارم)

چند صفحات کے بعد لکھا ہے میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی

(تذکرہ، ص: ۱۶۷، طبع چہارم)

۳۳: خدا کا نطفہ ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''**انت من ماء ناوهم من فشل** '' تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ بزدلی سے (تذکرہ، ص: ۱۶۴، طبع چہارم)

۳۴: لغات کا عالم ہونے کا دعویٰ:

اور مجھ کو لغتوں کا سر اور ان کی اصل جگہ بتلائی گئی اور ان کے راز سے میں توشہ دیا گیا اور اسی طرح بلند بھید مجھ کو عطا کیے گئے اور بڑے بڑے نکتے مجھ کو دیے گئے۔

(منن الرحمٰن روحانی خزائن، جلد: ۹، ص: ۱۸۲۔۱۸۳)

۳۵: اللہ کا نام مکمل نہ ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''**یا احمد یتم اسمک لا یتم اسمی** '' اے احمد تیرا نام پورا ہوگا میرا نام پورا نہیں ہوگا۔

(تذکرہ، ص: ۲۳۰، طبع چہارم)

۳۶: شہاب ثاقب ہونے کا دعویٰ:

انت منی بمنزلة النجم الثاقب '' تو مجھ سے بمنزلہ اس ستارے کے ہے جو قوت اور روشنی کے

ساتھ شیطان پر حملہ کرتا ہے۔

(تذکرہ، ص:۵۲۹، طبع چہارم)

۳۷: روح خدا ہونے کا دعویٰ:

''انت منی بمنزلة روحی'' تو مجھ سے بمنزلہ میری روح کے ہے۔

(تذکرہ، ص:۶۲۹، طبع چہارم)

۳۸: شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہم مرتبہ ہونے کا دعویٰ:

ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سید عبدالقادر جیلانی آئے ہیں اور آپ نے پانی گرم کرا کر مجھے غسل دیا ہے اور نئی پوشاک پہنائی ہے اور گول کمرہ کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ آؤ ہم اور تم برابر کھڑے ہو کر قد ناپیں پھر انہوں نے میرے بائیں طرف کھڑے ہو کر کندھے سے کندھا ملایا تو اس وقت دونوں برابر رہے۔

(تذکرہ، ص:۶۳۵، طبع چہارم)

۳۹: قرآن مجید میں قادیان کا نام درج ہے:

میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام درج ہے...... اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ادنی الارض پر قرآن شریف میں ہاتھ رکھا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قادیان کا نام ہے

(تذکرہ، ص:۶۴۹، طبع چہارم)

۴۰: مرزا قادیانی سے اللہ تعالیٰ کی تعزیت کا دعویٰ:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ جب میرا والد فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے الہام بھیج کر مجھ سے تعزیت کی

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۲۱۹)

۴۱: دس لاکھ معجزات کا دعویٰ:

ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو چند لاکھ سے زیادہ ہوں اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے جو اوّل درجہ پر خارق عادت ہیں

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم روحانی خزائن، جلد:۲۱، ص:۷۲)

۴۲: خدا سے ناقابل بیان تعلق کا دعویٰ:

درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دنیا نہیں جانتی اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابل بیان نہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن، جلد:۲۱، ص:۸۱)

۴۳: رحمۃ للعالمین ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین''

(تذکرہ، ص:۶۴، طبع چہارم)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۴۴: انبیاء کرام کی بشارت ہونے کا دعویٰ:

اے عزیزو تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لیے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔

(اربعین نمبر۴، ص:۱۳، روحانی خزائن، جلد:۱۷، ص:۴۴۲)

۴۵: سور مار ہونے کا دعویٰ:

دیکھیے حدیث شریف میں میرا نام سور مار لکھا ہے کیونکہ مسیح کی تعریف میں آیا ہے کہ یقتل الخنزیر۔

(ذکر حبیب، ص:۱۶۲)

۴۶: امین الملک جے سنگھ بہادر ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کے بقول اس پر یہ وحی اتری: ''امین الملک جے سنگھ بہادر''

(تذکرہ، ص:۵۶۸، طبع چہارم)

۴۷: ہندوؤں کا اوتار ہونے کا دعویٰ:

اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں۔

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن، جلد:۲۰، ص:۲۲۸)

اور ہندوؤں کی کتابوں میں ایک پیش گوئی ہے اور وہ یہ کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار آئے گا جو کرشن کے صفات پر ہوگا اور اس کا بروز ہوگا اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ وہ میں ہوں۔

(تذکرہ، ص:۳۱۱، طبع چہارم)

۴۸: غازی ہونے کا دعویٰ:

اسی بناء پر بارہا اس عاجز کا نام مکاشفات میں غازی رکھا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے بعض دیگر مقامات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(نشان آسمانی روحانی خزائن، جلد:۴، ص:۳۷۵)

۴۹: دعائیں قبول ہونے کا دعویٰ:

مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔

(تذکرہ، ص:۴۳۲، طبع چہارم)

۵۰: خاتم الخلفاء ہونے کا دعویٰ:

خدا نے مجھے فرمایا وہ تو تجھے رد کرتے ہیں مگر میں تجھے خاتم الخلفاء بناؤں گا۔

(تذکرہ، ص:۴۵۳، طبع چہارم)

۵۱: روشن سورج ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''**و داعیاً الی اللّٰہ و سراجاً منیرا** '' اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور ایک چمکتا ہوا سورج ہے۔

(تذکرہ، ص:۵۴۱، طبع چہارم)

۵۲: آسمانی بادشاہت ملنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''**حکم اللّٰہ الرحمن لخلیفۃ اللّٰہ السلطان** '' خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لیے جس کی آسمانی بادشاہت ہے۔

(تذکرہ، ص:۵۵۱، طبع چہارم)

۵۳: صحت بحال ہونے کا دعویٰ:

''**تعود الیک انوار الشباب**'' اور جوانی کے نور تیری طرف عود کریں گے۔

(تذکرہ، ص:۵۵۴، طبع چہارم)

۵۴: روحانی بادشاہی ملنے کا دعویٰ:

سلطان عبدالقادر، اس الہام میں میرا نام سلطان عبدالقادر رکھا گیا کیونکہ جس طرح سلطان دوسروں پر حکمران اور افسر ہوتا ہے اسی طرح مجھ کو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے

یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان کا تعلق نہیں رہے گا جب تک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں۔

(تذکرہ، ص:۵۹۹، طبع چہارم)

۵۵: سلطان القلم ہونے کا دعویٰ:

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔

(تذکرہ، ص:۵۸، طبع چہارم)

۵۶: گورنمنٹ برطانیہ کے لیے تعویذ اور پناہ ہونے کا دعویٰ:

پس میں یہ دعویٰ کرسکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچاوے۔

(نور الحق روحانی خزائن، جلد:۸، ص:۴۴۔۴۵)

۵۷: خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ:

میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن، جلد:۱۶، ص:۷۰)

۵۸: معجون مرکب ہونے کا دعویٰ:

اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے

(تریاق القلوب روحانی خزائن، جلد:۱۵، ص:۲۸۶۔۲۸۷)

۵۹: خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ:

میرے لیے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن، جلد:۱۸، ص:۲۱۰)

۶۰: حجرِ اسود ہونے کا دعویٰ:

ایک شخص میرے پاؤں چومتا تھا اور کہتا تھا کہ میں حجرِ اسود ہوں۔

(تذکرہ، ص: ۲۹، طبع چہارم)

۶۱: بیت اللہ ہونے کا دعویٰ:

خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔

(تذکرہ، ص: ۲۸، طبع چہارم)

۶۲: آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ:

ایک بار یہ الہام ہوا تھا کہ آریوں کا بادشاہ آیا۔

(تذکرہ، ص: ۳۱۳، طبع چہارم)

۶۳: اللہ تعالیٰ کے مرزا پر درود بھیجنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''نحمدک ونصلّی علیک'' ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں (تذکرہ، ص: ۳۱۶، طبع چہارم)

۶۴: علم کا شہر ہونے کا دعویٰ:

''انت مدینة العلم'' تو علم کا شہر ہے

(تذکرہ، ص: ۳۲۰، طبع چہارم)

۶۵: دینِ حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ مبعوث ہونے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''ھو الذی ارسل رسول بالھدی و دین الحق و تھذیب الاخلاق''

(تذکرہ، ص: ۳۲۱، طبع چہارم)

ترجمہ: خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دینِ حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔

۶۶: اللہ کی مرضی کے مطابق بولنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے ''و ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی''

(تذکرہ، ص: ۳۲۱، طبع چہارم)

۶۷: سب سے بلند مرتبہ ملنے کا دعویٰ:

آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا

(تذکرہ، ص:۳۲۳، طبع چہارم)

۶۸: سب ضروریات پوری ہونے کا دعویٰ:

خدا تیرے سب کام درست کردے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا

(تذکرہ، ص:۳۲۳، طبع چہارم)

۶۹: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہونے کا دعویٰ:

مرزا کی وحی ہے ''وانت اسمی الاعلیٰ'' اور تو میرا بڑا نام ہے

(تذکرہ، ص:۳۲۰، طبع چہارم)

۷۰: خدا ہونے کا دعویٰ:

''ورایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو''

ترجمہ: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں

(آئینہ کمالات، ص:۵۶۴، روحانی خزائن، جلد:۱۳، ص:۲۰۔ تذکرہ، ص:۱۹۵، ۱۹۸، طبع دوم)

۷۱: خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ:

''انت منی بمنزلۃ ولدی'' تو میرے لیے میرے بیٹے کے درجہ میں ہے۔

(حقیقۃ الوحی، ص:۸۱ رخ جلد:۱۲، ص:۸۹۔ تذکرہ، ص:۴۱۲، طبع دوم)

۷۲: خدائی اختیارات کا دعویٰ:

مرزا کی وحی ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون''

ترجمہ: تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

(روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۱۰۸)

۷۳: خدا کے مرزا میں حلول کرنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی نے اپنی مندرجہ وحی اور اس کا ترجمہ خود لکھا ہے آوا ہن (خدا تیرے اندر اتر آیا)۔

(روحانی خزائن، جلد:۱۳، ص:)

۷۴: مرزا کا بیٹا اور خدا:

ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اترے گا۔

(حقیقۃ الوحی، ص:۹۵ رخ جلد:۲۲، ص:۹۸۔۹۹)

۷۵: خدا کا عرش ہونے کا دعویٰ:

(مرزا کی وحی) انت منی بمنزلة عرشی۔تو میرے لیے میرے عرش کی طرح ہے۔

(الاستفتاء بلحقہ حقیقۃ الوحی، ص ۸۲،رخ جلد:۲۲،ص:۷۰۹)

۷۶: بروز خدا ہونے کا دعویٰ:

’’انت منی بمنزله بروزی ‘‘ اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہو گیا یعنی تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہو گیا۔

(تذکرہ، ص:۵۹۶)

۷۷: خدا کی توحید ہونے کا دعویٰ:

’’انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی ‘‘ یعنی تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔

(تذکرہ، ص:۱۶۴، طبع چہارم)

۷۸: موت وحیات کے اختیارات ملنے کا دعویٰ:

’’واُعطیت صفة الاحیاء و الافناء من الربّ الفعال. (اور مجھے رب فعال کی جانب سے زندہ کرنے اور فنا کرنے کی صفت عطا ہوئی)۔

(رخ، جلد:۱۶، ص:۵۵)

۷۹: خدا کے مشابہ ہونے کا دعویٰ:

دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔(اربعین نمبر:۳، روحانی خزائن، جلد:۱۷، ص:۴۱۳)

۸۰: خدا کی بیوی ہونے کا دعویٰ:

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔

(اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر:۳۴، ص:۱۳)

۸۱: مرزا غلام مرتضیٰ کی صورت پر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ:

میں نے بھی اپنے والد صاحب کی شکل پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(تذکرہ، ص:۳۴۲، طبع چہارم)

۸۲: مقامِ محمود ملنے کا دعویٰ:

''عسیٰ ربک ان یبعثک مقاماً محموداً''

(تذکرہ؟ص:۳۴۵،طبع چہارم)

ترجمہ: قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر پہنچا دے۔

۸۳: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال اتحاد کا دعویٰ:

تو مجھ سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔

(تذکرہ،ص:۳۴۶،طبع چہارم)

۸۴: اللہ تعالیٰ کے قادیان میں نزول کا دعویٰ:

ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔

(تذکرہ،ص:۳۵۸،طبع چہارم)

۸۵: حضرت جبرائیل کے نزول کا دعویٰ:

''جاء نی ائل واختارنی'' آئل جبرائیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔ میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔

(تذکرہ،ص:۳۶۹،طبع چہارم)

۸۶: حق پر نہ ہونے کا دعویٰ:

''ساخبرہ فی اٰخر الوقت انک لست علی الحق''

(تذکرہ،ص:۳۸۸،طبع چہارم)

ترجمہ: میں اسے (محمد حسین بٹالوی) کو آخری وقت میں بتادوں گا کہ تو حق پر نہیں تھا۔

۸۷: دشمنوں سے بچائے جانے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کی وحی ہے:

''انا کفیناک المستھزئین'' اور جو لوگ تجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں ہم ان کے لیے کافی ہیں۔

(تذکرہ،ص:۴۰۷،طبع چہارم)

۸۸: اپنے بیٹے کے متعلق قمر الانبیاء ہونے کا دعویٰ:

میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیش گوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے اور پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں ''یاتی قمر الانبیاء وامرک یتاتی'' یعنی

نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا......اس پیش گوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔

(تذکرہ حاشیہ، ص:۲۱۵، طبع دوم۔ تریاق القلوب، ص:۴۲)

۸۹: گورنر جنرل ہونے کا دعویٰ:

گورنر جنرل کی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔ حاشیہ میں اس کی وضاحت اس طرح لکھی گئی ہے ''ہمارا نام حکم عام بھی ہے جس کا انگریزی ترجمہ کیا جائے تو گورنر جنرل ہوتا ہے۔''

(تذکرہ، ص:۳۵۰، طبع دوم)

۹۰: انسان کی جائے نفرت ہونے کا دعویٰ:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں　　　　ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ: ۹۷، روحانی خزائن، جلد: ۲۱، ص: ۱۲۷)

۹۱: مرزائیت کے دین حق ہونے کا دعویٰ: (مرزا کا الہام)

''هوا الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله''

ترجمہ:　اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین (یعنی مرزائیت) کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔

(روحانی خزائن، جلد: ۲۲، ص: ۷۴)

جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو بھی نئے سرے قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس کے پاس نرے قصے ہیں نہ مشاہدات۔

(نزول المسیح ۸۴، روحانی خزائن، جلد: ۱۸، ص: ۴۶۲)

۹۲: حارث ہونے کا دعویٰ:

ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حرّاث آنے والا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔

(تذکرہ، ص: ۱۴۱، ۱۴۲)

۹۳: حوض کوثر ملنے کا دعویٰ:

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ اس پر یہ وحی نازل ہوئی ”انا اعطیناک الکوثر “ ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔

(تذکرہ، ص: ۲۳۵، طبع چہارم)

۹۴: نور خدا ہونے کا دعویٰ:

اے لوگو تمہارے پاس خدا کا نور آیا پس تم منکر مت ہو۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن، جلد: ۱۳، ص: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

۹۵: مسجد اقصیٰ سے مبارک مسجد قادیان مراد ہونے کا دعویٰ:

مسجد اقصیٰ سے مراد وہ مسجد ہے جسے قادیان میں مسیح موعود نے بنایا۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن، جلد: ۱۶، ص ۲۵)

معراج میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے وہ مسجد اقصیٰ یہی ہے جو قادیان میں بجانب مشرق واقع ہے جس کا نام خدا کے کلام نے مبارک رکھا ہے۔

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن، جلد: ۱۶، ص: ۲۲)

۹۶: لد سے لدھیانہ مراد ہونے کا دعویٰ:

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں لُدّ کا ذکر آتا ہے جو کہ بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا لُدّ سے مراد لدھیانہ شہر ہے جہاں اس نے ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح ہونے کی لوگوں سے بیعت لی تھی۔

(روحانی خزائن، جلد: ۱۸، ص: ۹۷ حاشیہ)

۹۷: ربوہ سے کشمیر مراد ہونے کا دعویٰ:

سورہ المؤمنون کی آیت ہے وآویناھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین (المومنون، ۵۰) اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ اور ان کی ماں کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں نتھرا ہوا پانی جاری تھا پناہ دی تھی۔

مرزا قادیانی نے اس آیت میں ربوہ سے کشمیر مراد لیا ہے اور لکھا ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے

(روحانی خزائن، جلد: ۱۹، ص: ۱۷، حاشیہ)

۹۸: قرآن مجید کے اٹھا لیے جانے کا دعویٰ:

پس اس حکیم وعلیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنیٰ رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن، جلد:۳، ص:۴۹۰ حاشیہ)

۹۹: تمام مسلمانوں کے دوزخی ہونے کا دعویٰ:

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔

(تذکرہ، ص:۳۴۲۔۳۴۳، طبع دوم)

اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔

(تذکرہ، ص:۱۶۸، طبع دوم)

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخدہ ہے۔

(تذکرہ، ص:۶۰۰، طبع دوم)

جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

(نزول المسیح، حاشیہ ص:۳، رحانی خزائن، جلد:۱۸، حاشیہ، ص:۳۸۲)

۱۰۰: مرزا کی پیروی مدار نجات ہونے کا دعویٰ:

ان کو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا کہ خدا بھی تم سے محبت کرے۔

(روحانی خزائن، جلد:۲۲، ص:۸۵۔ تذکرہ، ص:۳۶۰۔۳۶۳، طبع دوم)

ایسا ہی یہ آیت ”**واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی**“ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو کار ہوگا۔

(اربعین نمبر:۳، ص:۳۲، روحانی خزائن، جلد:۱۷، ص:۴۲۱)

اب دیکھو! خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں

کے لیے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔

(اربعین نمبر:۴،ص:۶،روحانی خزائن،جلد:۱۷،حاشیہ،ص:۴۳۵)

حرف آخر:

یہ رسالہ قادیانیوں کو قادیانیت کی حقیقت سمجھانے کے لیے نہایت دردمندی سے تحریر کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کی طرح متضاد دعوے کرنے والا شخص پیروی کے قابل نہیں ہوتا، خود مرزا قادیانی کے فتوے درج ذیل ہیں:

۱۔صاف ظاہر ہے کہ کسی صحیح اور عقل مند صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو تو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔

(ست بچن،ص:۳۱،روحانی خزائن،جلد:۱۰،ص:۱۴۲)

۲۔ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔

(ست بچن،ص:۳۱،روحانی خزائن،جلد:۱۰،ص:۱۴۳)

۳۔تناقض بے عقلی، بے دینی اور خبط الحواسی کی دلیل ہے۔

(انجام آتھم،ص:۸۳،روحانی خزائن،جلد:۱۱،ص:۸۳)

ایک فیصلہ کن حوالہ:

نبی اور فلسفی میں فرق یہ ہے کہ فلسفی کے کلام میں تضاد ہوتا ہے اور نبی کے کلام میں تضاد نہیں ہوتا

(لجۃ النور روحانی خزائن،جلد:۶،ص:۳۸۹۔۳۹۰)

قادیانی دوستو! خود فیصلہ کرو کہ مرزا قادیانی کے ان دعووں میں جو اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں تضاد ہے یا نہیں؟ اگر تضاد نہیں تو دلائل سے ثابت کریں اور اگر تضاد ہے تو یہ شان نبوت کے خلاف ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کو تسلیم ہے۔

خدارا کھلے دل و دماغ سے غور کریں اور مرزائیت کی تاریکی سے نکل کر دین اسلام کی روشنی میں آجائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

☆......☆......☆

خالد ہمایوں

احمد سلیم کی ناقص تحقیق ''گجرات پیڈیا''

گجرات یونیورسٹی نے ۲۰۱۰ء میں ضلع گجرات کی تاریخ لکھوانے کے لیے اردو اور پنجابی ممتاز لکھاری جناب احمد سلیم کی خدمات حاصل کیں۔ ڈاکٹر امجد علی بھٹی کو ان کا ریسرچ اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ اس ریسرچ ورک پر ریویو کے لیے ایک کمیٹی کا قیام بھی عمل میں آیا جس کے اراکین میں سید شبیر حسین شاہ، شیخ عبدالرشید، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر اظہر محمود چودھری، عارف علی میر ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر ممتاز احمد ایسے اصحاب علم و دانش کے اسمائے گرامی شامل تھے۔ مجھے گجرات سے جو محبت ہے اس کے تحت میں نے احمد سلیم سے کہا گجرات کے حوالے سے میں کچھ نہ کچھ مواد جمع کرتا رہا ہوں، اگر وہ آپ لوگوں کے کام آجائے تو مجھے خوشی ہوگی چنانچہ وہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے اور دس کتابیں لے گئے۔

معلوم ہوا کہ روایتی قسم کی تاریخ لکھنے کے بجائے گجرات پر انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتاب ''گجرات پیڈیا'' کے عنوان سے تیار کی جا رہی ہے۔ ۲۰۱۲ء میں مذکورہ ریسرچ ورک کی پہلی جلد (صفحات: ۵۹۰) شائع ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ باقی دو جلدوں کا لوازمہ بھی تیار ہو چکا ہے۔ پہلی جلد عمدہ گیٹ اپ پر چھپی تھی بظاہر کچھ معقول طرز ہی کی کتاب لگی لیکن بغور مطالعہ سے حیرت ہوئی اور پریشانی بھی۔

حیرت ان فاضل مرتبین پر آئی کہ جنھوں نے معلوم نہیں کیسے یہ سمجھ لیا کہ کون چھان پھٹک کرے گا جو پیش کر دیں گے اس پر داد کے ڈونگرے ہی برسیں گے۔ پریشانی اس حوالے سے لاحق ہوئی کہ مستقبل کا مؤرخ اس کتاب کے مندرجات کو اپنی تحقیق کا ماخذ بنائے گا تو اس کا لکھا کتنا با اعتبار ہوگا۔ امجد علی بھٹی کے بارے میں تو کوئی بڑی خوش فہمی نہ تھی کیونکہ انھوں نے چند سال پہلے ڈاکٹر راما کرشنا لاجونتی کی انگریزی کتاب ''پنجابی صوفی پوئٹس'' کو اردو میں منتقل کرتے ہوئے جس ''لیاقت'' کا ثبوت دیا تھا اس پر مجھے باقاعدہ کالم لکھ کر علمی برادری کو بتانا پڑا تھا کہ علمی دنیا میں اب کیا گل کھلائے جا رہے ہیں۔

امید تو احمد سلیم سے تھی کہ وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر دیں گے، آخر سو کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں۔ ''گجرات پیڈیا'' کے مندرجات کے حسن و قبح کی ذمہ داری بہر حال انھی پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن انھوں نے جس لاپروائی اور غفلت کا ثبوت دیا ہے وہ افسوس ناک ہے۔ مجھ سے جو دس کتابیں لے گئے تھے ان میں سے صرف پانچ مجھے موصول ہوئیں اور وہ بھی بار بار کی یاددہانیوں کے بعد۔ باقی پانچ کی واپسی کا وعدہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہنوز وعدہ وعدہ ہی ہے، کتابوں کا صدمہ تو کوئی بڑا صدمہ نہیں اصل صدمہ تو کام کے غیر معیاری ہونے کا ہے۔ کئی حلقوں کی طرف سے جب اعتراضات سامنے آئے تو یونیورسٹی انتظامیہ نے باقی دو جلدیں شائع کرنے کا پروگرام معرض التوا میں ڈال دیا۔

باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ یونیورسٹی نے اس ''علمی خدمت'' کے صلے میں فاضل مرتبین کو ۱۴/لاکھ روپے ادا کیے ہیں۔

کالم میں اتنی گنجائش نہیں کہ ''پیڈیا'' کی وہ ساری کمیاں پیشیاں معرض بحث میں لائی جائیں جن کی وجہ سے سارے کام کا اعتبار ساقط ہو گیا ہے البتہ چند کا ذکر قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ رئیس الاحرار حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ گجرات شہر کے ایک نزدیکی گاؤں ناگڑیاں کے رہنے والے تھے۔تحریک آزادی کے حوالے سے ان کی خدمات ہماری ملی تاریخ کا ایک تابناک باب ہیں۔ ان کی شخصیت گویا گجرات کے ماتھے کا جھومر ہے۔اس عظیم رہنما پر گجرات پیڈیا میں ایک کالم لکھا گیا ہے وہ اتنا سطحی اور سوقیانہ ہے کہ اس پر مرتبین کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔لکھتے ہیں:

''ضلع گجرات کے گاؤں ناگڑیاں سے تعلق رکھنے والے مولوی عطاء اللہ شاہ کی قوم سید بخاری تھی۔ان کے والد کا نام ضیاء اللہ شاہ تھا۔اس خاندان کا آبائی علاقہ کشمیر تھا۔عطاء اللہ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ۲۱ سال پٹنہ میں اپنے نانا کے ساتھ گزارے جہاں انھوں نے دینی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں وہ امرتسر چلے گئے اور وہاں مدرسہ نعمانیہ کے مولوی غلام مصطفیٰ سے اپنی مذہبی تعلیم جاری رکھی۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ پرانا جیل خانہ کوچہ میں امام مسجد بن گئے۔عطاء اللہ کا پہلے پہل سیاسی کردار تحریک خلافت کے دوران سامنے آیا۔ان کا جوش خطابت بہت بڑا سیاسی ہتھیار تھا اور وہ خطرناک اور عوامی جذبات بھڑکانے کی صلاحیت رکھنے والے مقرر کی حیثیت سے معروف ہوئے۔اس وقت کی فرنگی حکومت کی نظر میں ان کی برطانوی راج مخالف جوشیلی تقریریں ہندوستانی مسلمانوں میں برطانوی راج کے خلاف مزاحمت کا نیا ولولہ ابھارنے کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں۔ انھیں ان تقاریر پر حکومت برطانوی ہند کی طرف سے کئی بار خبردار کیا گیا اور پہلی بار انھیں بندے ماترم ہال امرتسر میں خلافت کے معاملے پر برطانوی راج مخالف تقریر کرنے پر سخت وارننگ دی گئی۔وہ خلافت کے معاملے پر عوامی ہڑتالوں میں سرگرم کردار ادا کرتے رہے۔انھوں نے حکومت وقت کی بار بار وارننگ کو نظر انداز کرتے ہوئے نہ صرف امرتسر میں خلافت کی حمایت اور برطانوی راج کی مخالفت میں تقاریر کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ دوسرے اہم سیاسی مراکز کا بھی دورہ کر کے خطاب کیا اور حکومتِ برطانیہ اور حکام کے خلاف کھلم کھلا موقف کا اظہار شروع کر دیا۔دسمبر ۱۹۲۰ء میں وہ گجرات آ گئے اور یہاں مسلم نیشنل ہائی سکول قائم کیا۔۱۹۲۱ء میں خیر الدین مسجد امرتسر میں برطانوی راج کے خلاف جوشیلی تقریر پر ان کے خلاف انڈین پینل کوڈ کی دفعہ ۱۲۴ کے تحت مقدمہ قائم ہوا اور انھیں تین سال اور تین ماہ قید کی دو الگ الگ سزائیں سنائی گئیں۔

(Punjab political who is who Superintendent govt of punjab)

(ص:۲۱۹۔۲۱۸)

اس نوٹ کا عنوان ہے ''مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' گویا کسی گلی محلے کے مولوی صاحب پر نوٹ لکھا جا رہا ہے۔شاہ صاحب پر اب تک سینکڑوں مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں چنانچہ ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور ان کی زندگی کے دیگر کوائف کا حصول بہت آسان تھا لیکن نوٹ لکھنے والے نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔شاہ صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ انگریز حکومت کی جیلوں میں گزر گیا،لیکن نوٹ لکھنے والے کا کہنا ہے کہ حکومت انھیں وارننگ ہی دیتی رہتی تھی البتہ ایک

دفعہ انھیں تین سال اور تین ماہ کی قید کی سزا سنادی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ معلومات کا جو ماخذ بتایا ہے اس نام کی کوئی کتاب ہی دنیا میں موجود نہیں۔ شاہ صاحب کے والد کا نام ضیاء اللہ شاہ نہیں سید ضیاء الدین تھا۔ سکول کا نام بھی غلط لکھا ہے۔ (آزاد مسلم ہائی سکول) کتاب کے فاضل مرتبین نے شاہ صاحب کو تو آدھے پونے کالم پر ٹرخا دیا ہے لیکن گجرات یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے بارے میں چار صفحات قلمبند کئے ہیں۔ ظاہر ہے جس شخص کے قلم سے لاکھوں روپے کے چیک جاری ہونے تھے اس کی خوشامد تو از بس ضروری تھی۔

قیام پاکستان کی تحریک کا آغاز قرارداد پاکستان (مارچ ۱۹۴۰ء) کی منظوری کے بعد ہوا اور ۱۴ راگست کو مسلمانانِ برصغیر نے اپنے خواب کی تعبیر پاکستان کی صورت میں پالی۔ ماضی قریب کی اس شاندار جدوجہد میں اہل گجرات بھی پوری طرح شریک تھے۔ اس حوالے سے معلومات کا حصول کوئی ایسا مشکل کام نہ تھا لیکن ''پیڈیا'' کے فاضل محققین نے محنت سے اس حد تک پہلو تہی کی کہ گجرات ہی کے ایک صاحب علم شخصیت جناب عارف علی میر ایڈووکیٹ نے اس اعتبار سے زبردست شکوہ کیا ہے لکھتے ہیں:

''گجرات اور تاریخ آزادی کے حوالے سے جس قدر جامع اور تفصیلاً معلومات کے فراہم کئے جانے کا گجرات پیڈیا کی ذمہ داری تھا وہ پذیرائی اس موضوع کو نہ مل سکی شاید آئندہ کی جلدوں میں اس موضوع کو پذیرائی ہوسکے۔ گجرات اور تحریک آزادی کے تحت بالخصوص تحریک مسلم لیگ و دیگر سیاسی جماعتوں و شخصیات کے عملی کردار پر معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ راقم ممبر ریویو کمیٹی برائے گجرات پیڈیا ہونے کی حیثیت سے اس کمی اور معلومات کی کم فراہمی کا ذمہ دار اس بناء پر نہیں ہوسکتا کہ ہمارے ادارہ المیر ٹرسٹ لائبریری و مرکز تحقیق و تالیف کی جانب سے کتابوں کی بوریاں ہر دو نامور محققین (احمد سلیم اور ڈاکٹر امجد علی بھٹی) کو برائے حوالہ جات مہیا کی گئی تھیں جس کا اقرار ہر دو نامور سکالرز نے پیڈیا کے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔ (''تحریک آزادی اور گجرات'' ص:۲۴۱)

گجرات پیڈیا کا ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں اکثر و بیشتر شخصیات کی تواریخ پیدائش و وفات نہیں دی گئیں۔ اگر وہ شخصیات صدیوں کے فاصلے پر ہوں تو مانا جاسکتا ہے کہ ایسی کمی بیشی کا کوئی درمان نہیں لیکن اگر وہ پچھلی صدی کی نہایت معروف قومی شخصیات ہوں تو پھر بھی ان کے کوائف زندگی پیش کرنے کے لیے تحقیق نہ کی جائے تو بہت افسوس کی بات ہے۔

کمال کی بات یہ ہے کہ سروس انڈسٹریز کے چیئرمین احمد سعید چودھری جو ماشاء اللہ حیات ہیں ایک تو ان کا نام محمد سعید چودھری درج کردیا ہے اور دوسرے نہایت اہتمام سے ان کی تاریخ وفات بھی بتادی ہے۔

عصر حاضر کے مؤرخین کو خبر ہونی چاہیے کہ تاریخ رقم کرنے کا یہ ایک بالکل ''نواں نکور'' اسلوب دریافت ہوا ہے!

(مطبوعہ: روزنامہ پاکستان لاہور، ۷ رنومبر ۲۰۱۵ء)

بولان کا خالص
سرکہ سیب
(ایکسٹرا کوالٹی)
• دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
• کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
• ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
• موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند
اور خوبصورت بناتا ہے۔
• رنگت نکھارتا ہے۔
BOLAN'S
Apple
Vinegar
Best Quality Ever
Regd # QA/F/31
BOLAN'S®
Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردار و ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری)

احرار ۱۹۲۹

37 ویں سالانہ

ختمِ نبوت کانفرنس

12 ربیع الاوّل 1436ھ جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

پروگرام
(ان شاء اللہ تعالیٰ)

- بعد نماز فجر درسِ قرآن کریم
- صبح دس بجے تا ظہر جملہ مکاتب فکر کے سرکردہ رہنماء، تحریک ختم نبوت کے قائدین، علماء، خطباء، زعماء احرار، وکلاء، صحافی، دانشور اور طالب علم رہنما عقیدۂ ختم نبوت، حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، عصمت انبیاء، قادیانی جماعت کی بڑھتی ہوئی ارتدادی سرگرمیاں، تاریخ احرار اور محاسبۂ قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر خطاب کریں گے۔

جلوس دعوتِ اسلام حسب سابق بعد نماز ظہر قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دہرانے کے لیے فرزندانِ اسلام، مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشانِ احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا، دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زُعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

حضرت امیر شریعت سے منسوب خطبہ

انٹرنیٹ پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک عربی خطبہ چل رہا ہے۔ یہ صریحاً جھوٹ ہے۔ نہ امیر شریعت کی آواز ہے اور نہ الفاظ۔ حضرت کی آواز میں ۱۹۵۶ء کی ایک تقریر کا اقتباس ہمارے ہاں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر شریعت کی آواز سے منسوب تمام تقاریر جعلی ہیں۔

زیرِ سرپرستی

ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

مہمانِ خصوصی

حضرت مولانا
صاحبزادہ عزیز احمد دامت برکاتہم
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
خانقاہ سراجیہ کندیاں

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

چناب نگر: 0301-3138803 گجرات: 0301-6221750
ملتان: 061-4511961 چیچہ وطنی: 040-5482253
لاہور: 042-35912644 تلہ گنگ: 0300-5780390